ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل

پروفیسر خورشید احمد

ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل

مسلم دنیا کے لیے لائحہ عمل

پروفیسر خورشید احمد

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد

کتاب : ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل

مؤلف : پروفیسر خورشید احمد

ترجمہ : صاحبزادہ محب الحق

طبع اول : ۱۹۹۶ء

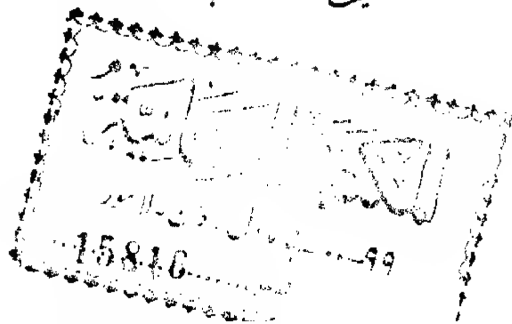
آئی ایس بی این : ۹۶۹-۴۴۸-۰۴۴-۲

اہتمام : انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز
بلاک ۱۹، مرکز ایف سیون اسلام آباد
فون: ۸۱۸۲۳۰ فیکس: ۸۲۴۷۰۴

طابع : شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ، لاہور

تقسیم کنندہ : بک پروموٹرز، جناح سپر مارکیٹ
بلاک ۱۹، مرکز ایف سیون اسلام آباد
فون: ۸۲۳۰۹۴

قیمت :



ترتیب

مقدمہ

آج یہ دو سوال بنیادی اہمیت اختیار کر چکے ہیں، اور ان سوالوں کا جواب مسلم دنیا کے مفکرین کے ذمے انسانیت کا قرض ہے:

- خاص طور پر مسلم دنیا میں اور تیسری دنیا میں عام طور پر، گزشتہ چالیس سال سے ترقی کا سفر، ایک قابل ذکر خوشحالی اور فلاح و بہبود متعارف نہیں کر سکا ہے، تو کیا اس کے حصول کا کوئی دوسرا طریقہ ہے؟
- سرمایہ داری اور اشتراکیت نے انسانیت کو جس بند گلی میں لاکھڑا کیا ہے، کیا اس سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ ہے؟

مسلمان اس امر کا دعوٰی رکھتے ہیں کہ ان کے پاس متبادل راستہ موجود ہے، اسلام محض ایک مذہب نہیں جو بندے اور خدا کے درمیان ذاتی تعلق کا ذریعہ ہو، بلکہ یہ انسانیت کے جملہ مسائل بہ شمول معاشی امور میں رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ اس کی یہ سرگرمی حصول منزل اور اُخروی انجام تک کا احاطہ کرتی ہے۔ اس مختصر کتاب میں اسلامی معاشیات کے خدوخال کی وضاحت کرتے ہوئے ترقیاتی حکمت عملی پر اس کے مضمرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مجھے معاشی امور کے مسائل پر مختلف اجتماعات میں اپنا زاویہ نظریہ پیش کرنے کا موقع ملا۔ مئی ۱۹۹۲ء میں کنگ فیصل فاؤنڈیشن نے "ترقی کا اسلامی تصوّر" کے موضوع پر اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ اس سے پہلے مئی ۱۹۸۷ء میں استنبول میں بین الاقوامی اقتصادی کانفرنس میں "مسلم مشترکہ منڈی" کے موضوع پر گفتگو کا موقع ملا۔ اسلامی معاشیات پر تیسری بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ کوالالمپور (جنوری ۱۹۹۲ء) میں اپنے کلیدی خطاب کے دوران تیسری دنیا کے معاشی تجربے کے حوالے سے اپنے خیالات پیش کیے۔ ان مختلف

مواقع پر پیش کردہ مباحث کا لوازمہ مختلف مسودات کی شکل میں بکھرا ہوا تھا۔ اب کوشش کی گئی ہے کہ ان مباحث کو ایک مربوط مقالہ کی شکل دے دی جائے —— میں صاحبزادہ محب الحق صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اسلامی ممالک کے حوالے سے بیشتر ضروری اعداد و شمار اور وضاحتی نوٹ مرتب کیے ہیں، جو آخر میں ضمیمہ کے طور پر منسلک کر دیے گئے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ موجودہ شکل میں یہ مختصر کتاب ان حضرات کے لیے کار آمد ہو گی جو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اقتصادی ترقی کے ضمن میں اسلامی نکتۂ نظر کیا ہے؟ اس سے مسلمان ممالک کو انفرادی سطح پر اور مسلم امہ کو اجتماعی طور پر اپنی اقتصادی پالیسیاں مرتب کرتے ہوئے کیا رہنمائی مل سکتی ہے؟

یہ کتاب اس سے قبل انگریزی میں بہ عنوان:

Islamic Approach to Development: Some Policy Implicationas

شائع ہوئی تھی۔ متعدد احباب نے اس امر پر زور دیا کہ "اس کا اردو ترجمہ لایا جائے، تاکہ اردو خواں قارئین تک بھی ان امور کا ابلاغ ہو سکے"۔ اردو ترجمہ اور ترتیب کے لیے میں برادرم صاحبزادہ محب الحق اور برادرم سلیم منصور خالد کی معاونت پر شکر گزار ہوں۔ توقع ہے کہ یہ کتاب امت مسلمہ کے مفاد میں سوچ بچار کرنے والے قابل قدر افراد کی فکر و عمل کو مربوط اور موثر بنانے میں موثر ذریعہ ثابت ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو وسعت عطا فرمائے اور خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔

خورشید احمد

اسلام آباد، ۲ جنوری ۱۹۹۶ء

تعارف

اقتصادی طور پر خوشحال اور سیاسی طور پر غالب مغرب ہو یا ایشیا اور افریقہ کے غربت زدہ، وہ نو آزاد ممالک جن پر چند دہائیاں پہلے تک مغربی ممالک کا نو آبادیاتی تسلط تھا، دوسری جنگ عظیم کے بعد عہد میں ہر جگہ بغلیں بجا بجا کر جس دیوتا کی پرستش کی گئی، اس کا نام ''ترقی'' تجویز کیا گیا۔

جرمن سکالر وولف گینگ ساش کہتے ہیں: ''گذشتہ چالیس برس کو ترقی کا زمانہ کہا جاسکتا ہے۔۔۔۔ روشنی کا وہ سر بفلک مینار جو ملاحوں کو ساحل کا نشان منزل دیتا ہے، ''ترقی'' وہ تصور تھا جس نے ابھرنے والی اقوام کا جنگ کے بعد کا، تاریخی سفر متعین کیا۔ جمہوریت ہو یا آمریت، جنوب کے ممالک نے نو آبادیاتی تسلط سے آزادی کے بعد ترقی کو اپنی امنگوں اور آرزوؤں کا محور ٹھیرایا۔ چار دہائیوں کے بعد بھی دنیا کی کم و بیش تمام حکومتوں اور عوام کی نظریں اسی ''مینارۂ نور'' پر جمی ہوئی ہیں، حالانکہ وہ اب بھی ان کی پہنچ سے اتنا ہی دور ہے جتنا پہلے دن تھا۔ ہر چند کہ ترقی کے حصول کے لیے جتنی کوشش کی جائے اور جو قربانی دی جائے، اس کا جواز یقیناً موجود ہے، لیکن نگاہیں جس روشنی پر مرکوز ہیں وہ بتدریج اندھیرے میں گم ہوا چاہتی ہے۔۔۔۔ تب سے شمال اور جنوب کے تعلقات اسی پس منظر میں تشکیل پاتے رہے ہیں۔ ''ترقی'' نے ہی اس حوالے سے وہ بنیادی سانچہ مہیا کیا، جو دراصل فیاضی، رشوت اور استعماری غلبے کا ملغوبہ ہے۔ یہی ہدف ترقی یافتہ شمال کی، غیر ترقی یافتہ جنوب کے لیے مرتب کردہ پالیسیوں کی پہچان ہے۔ آدھی صدی ہونے کو آرہی ہے اور روئے زمین پر اچھی ہمسائیگی کو اسی ترقی کی روشنی میں دیکھنے سمجھنے کی کوشش ہو رہی ہے''۔

لیکن یہ منظر اب تبدیل ہو رہا ہے۔ وولف گینگ ساش ہی کے بقول: ''آج اس

روشنی کے مینار میں دراڑیں پڑ گئی ہیں اور یہ دھڑام سے گرنے والا ہے۔ دانشوروں کے نزدیک یہ نام نہاد ترقی ایک ویرانہ ہے"۔ اور حقیقت میں "اس دور کا اختتام قریب ہے اور اس کا مرثیہ لکھنے کا وقت آ گیا ہے"[1]۔ یہی وجہ ہے کہ اب ایسے مرثیے منظر عام پر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ "پہلا عالمگیر انقلاب"، انجمن روم کی کونسل کی رپورٹ[2] ایک بین الاقوامی حلقۂ دانش کی طرف سے اسی طرح کا ایک مرثیہ ہے۔ اسی تسلسل میں اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کی رپورٹ[3] ایک اور نوحہ ہے۔ اگرچہ اس کا تحریری آہنگ ذرا مختلف ہے۔ انجمن روم کے دانش ور آہ و زاری سے ابتدا کرتے ہیں: "نئی صدی کی دہلیز پر انسانیت غیر یقینی اور مایوسی کی کیفیت سے دو چار ہے۔ بلکہ گزشتہ ہزار سالہ عہد عظیم الشان تبدیلیوں کے ساتھ بے یقینی اور تذبذب کی ایک عبرتناک تصویر پیش کر رہا ہے"۔

رپورٹ میں افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ "اس دوران ترقیاتی اقدامات کے نتائج غیر متوازن اور بیشتر مایوس کن رہے"۔ رپورٹ میں تنبیہ کی گئی ہے: "عالمی غربت کے گھمبیر مسائل، جن میں آبادی میں اضافہ سرفہرست ہے۔ ایسے انتشار اور ناہمواری کو جنم دے سکتے ہیں، جس کے عالم گیر بُرے نتائج سے صنعتی ممالک بھی اپنے آپ کو بچا نہیں سکیں گے"[4]۔ رپورٹ یہ رائے دیتی ہے کہ "یہ بات خوشحال ممالک کے اپنے مفاد میں ہے کہ ترقی کے مسائل کا سامنا کرنے کے لیے ایک نیا، اور انقلابی طرز عمل اختیار کیا جائے"[5]۔

اقوام متحدہ کی "ہیومن ڈیویلمنٹ رپورٹ ۱۹۹۲ء" یہ حیران کن حقیقت بھی سامنے لا رہی ہے کہ تین دہائیوں کی نام نہاد عالمی ترقیاتی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہو گئے ہیں۔ ۱۹۶۰ء کی پانچ ارب آبادی میں سے امیر ترین

---

1. Wolfgang Sachs,ed "*The Development Dictionary: A Guide to Knowledge as Power*" London: Zed Books Ltd,1992, p.1
2. Alexander King and Bertrand Schneider, "*The First Global Revolution*" A Report by the Council of the Club of Rome, London: Simon and Schuster, 1992,
3. United Nations "*Human Development Rport* 1992", New York.
4. Alexander King and Bertrand Schneider, *opcit*, p,xv,
5. Ibid, pp. 16 and 19.

ایک ارب لوگ، غریب ترین ایک ارب لوگوں سے ۳۰ گنا زیادہ مال دار تھے۔ مختلف ملکوں کے درمیان یہ فرق آخری اندازوں کے مطابق امیر ترین ۲۰ فیصد لوگ غریب ترین ۲۰ فیصد سے تقریباً ۱۵۰ گنا زیادہ مال دار ہیں۔ روزنامہ "گارجین" لندن کے اداریے میں یہ تبصرہ ہے کہ "ترقی پذیر ممالک، مارکیٹ میں غیر مساوی شریک کار بن کر داخل ہوتے ہیں اور نامساوی حصہ لے کر پلٹتے ہیں"[6]۔

گارجین اپنے اداریے میں یہ کہتے ہوئے ہچکچاتا ہے کہ بین الاقوامی ماہرین اقتصادیات اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں، تیسری دنیا اپنے ناکردہ گناہ کی پاداش میں جو تاوان ادا کر رہی ہے، یہ ترقی پذیر ممالک کے ساتھ کھلی فریب کاری ہے۔ البتہ روزنامہ گارجین یہ ضرور مانتا ہے کہ "اس طرز عمل کے نتائج وہی ہیں جو خود فریبی کے ہو سکتے ہیں"۔ اداریے میں اس المناک نتیجے کی طرف بھی اشارہ ہے کہ "دنیا کی آبادی کے ایک قابل لحاظ حصے کے لیے ترقی کی جن تین دہائیوں کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا گیا تھا، حقیقت میں وہ تنزل کی دہائیاں ثابت ہوئی ہیں"[7]۔

ہم عالمی سطح پر بات کر رہے تھے۔ خود امیر اور ترقی یافتہ ممالک کی اندرونی کیفیت بھی چنداں مختلف نہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے متعلق 'کانگریشنل بجٹ آفس" نے جو اعداد و شمار جاری کیے تھے، اس کے مطابق آبادی کے ایک فیصد اہم ترین حصہ نے ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۹ء کے درمیان اوسط گھریلو آمدنی میں اضافے کا تقریباً ۷۰ فیصد حاصل کیا۔ اس عرصہ کے دوران ۲۰ فیصد امیر ترین لوگوں کی آمدنی میں اضافے کا رجحان زیادہ چکرا دینے والا ہے۔ اس حصہ نے اوسط آمدنی میں ۱۰۰ فیصد سے بھی زیادہ ہتھیا لیا۔ نتیجۃً ۴۰ فیصد غریب لوگ، امیروں کے حق میں ۱۵ برس پہلے پانے والی آمدنی کے ایک بڑے حصے سے محروم کر دیئے گئے[8]۔

عالمی سطح پر وہ تناظر ہے جس میں ہم "ترقی" کے روگ کا جائزہ لے رہے ہیں اور ساتھ

6. *The Independent* London, April 24, 1992; *The Guardian,* London, April 24, 1992; *The Economist*, London, April 25, 1992
7. *The Guardian, daily*, London, April 25, 1992.
8. *The New York Times*, editorial reproduced in *International Herald Tribune,* April 23, 1992.

ہی لائحہ عمل بھی تجویز کر رہے ہیں کہ ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل کیونکر ممکن ہے۔

"ترقی" کا روگ

انسانی نفسیات کی سب سے بڑی کمزوری عجلت پسندی ہے۔ اسی لیے وہ اپنے نصب العین، مقاصد، مفادات اور اہداف کے حصول کے لیے ہمیشہ مختصر راستوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک کو جب سیاسی آزادی ملی تو اپنی اقتصادی اور سماجی آرزوؤں کی تکمیل کے لیے ان کی تڑپ بجا طور پر بڑھ گئی۔ مغرب سے موازنہ کرتے ہوئے ان ممالک کو اپنی انتہا غربت اور امیر و غریب کے درمیان بڑھتے ہوئے فرق کا احساس بہت زیادہ ستانے لگا۔ نو آبادیاتی تسلط کے دوران تیسری دنیا نے مغربی ترقی کی فتح مندیوں کی کئی داستانیں سنی تھیں۔ آزادی کی نعمت ملی تو ترقی کی نیلم پری کی خاطر انھیں مغرب کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دی گئی۔ ان کے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اقتصادی ترقی میں دکھایا گیا۔

ترقی کی جستجو میں صنعت کاری، "خوشحالی کا موثر ترین ذریعہ" نظر آئی۔ جس کے لیے تشکیل زر (capital formation) کو کلید بتایا گیا۔ بچت اور ادائیگی میں فرق کو ختم کرنے کا علاج، مغربی ٹیکنالوجی کی درآمد اور بیرونی امداد (foreign aid) کے سہارے کو سمجھا گیا۔ ترقی کرنے کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے، درآمدات کے متبادل تلاش کرنے اور کسی حد تک برآمدات میں اضافہ کرنے کی پالیسیاں تشکیل دی گئیں۔ اقتصادی ترقی کا مغربی ماڈل، وہ "نیا دیوتا" تھا جس کی قربان گاہ پر باقی سب کچھ لٹایا گیا: اخلاقی اقدار، ثقافتی ورثے، سماجی طور طریقے، قومی رسوم، دین، غرض سبھی کچھ اس کے بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ فرض کر لیا گیا کہ "قومی آمدنی (GNP) میں اضافہ ہو تو تب ہی خوشحالی اور ترقی کا نیا دور شروع ہو گا۔ مغرب کے ترقی یافتہ ممالک کے نقش قدم پر چل کر ہی انسانیت،

خوشحالی کے نئے دور میں داخل ہوسکے گی"۔

صورت حال کی یہ مختصر تصویر اگرچہ بہت تشنہ ہے، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ترقیاتی حکمت عملی کے جو مغربی ماڈل تھے، انھیں جن خوش رنگ نعروں میں پیش کیا گیا تھا، ان میں سادگی اور روا داری کا بھی چرچا تھا۔ خوب صورت اصطلاحات کی بھرمار نے انھیں زرق برق پیرہن میں ڈھانپ رکھا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان کے باطن سے مغربی طرزِ حیات کی برتری کا متکبرانہ اظہار لازماً ہوتا رہتا تھا۔ مغربی ماڈل کو قبول کرنے کے لیے اس مختصر مراعات یافتہ طبقے کی طرف سے بڑے اشتیاق اور جوش و جذبے کا اظہار ہوا، جس کی تعلیم و تربیت مغرب میں ہوئی، جو نو آبادیاتی پالنے میں پروان چڑھا اور جسے واپس جاتے ہوئے سفید آقاؤں نے مقامی اقتدار سونپا تھا۔ لیکن قوت و اقتدار سے سرشار اس دیسی طبقے اور مغرب کا باہمی بندھن، آج سخت دباؤ سے دوچار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس ترقیاتی حکمت عملی کو کامیاب کرنے کے لیے ان دو گروہوں نے شعبدہ بازی سے "ترقی و خوشحالی" کا کھڑاگ رچایا تھا، وہ مطلوبہ نتائج دکھانے میں ناکام رہا ہے۔ قریب قریب ہر ترقی پذیر ملک میں ایسی قابل لحاظ مقامی قوتیں موجود ہیں، جو مغربی ماڈل سے چنداں متاثر نہیں اور مسلسل ایسی راہوں کی تلاش میں سرگرم عمل ہیں، جو ترقی کے ساتھ ساتھ ان کے ثقافتی تشخص کی بھی ضامن اور محافظ ہوں۔ مراعات یافتہ مغرب زدہ اقلیت کو ہر جگہ ان مقامی قوتوں کے چیلنج کا سامنا ہے۔

ترقی کے جس بے ربط ڈرامے سے بہت سی امیدیں وابستہ کر لی گئی تھیں، گزشتہ تیس برس کا ریکارڈ اس کے المناک انجام کی خبر دیتا ہے۔ ان اقوام کی قسمت پر غربت، اقتصادی زبوں حالی اور جمود کی کیفیت بدستور طاری ہے۔ صنعتی انقلاب کی دو صدیاں گزرنے کے بعد اور تین عشروں کے ترقیاتی طمطراق اور دھوم دھام کے باوجود یہ افسوس ناک نتیجہ سامنے آیا ہے کہ عالم انسانی کی غالب اکثریت غریب بھی ہے اور مناسب خوراک سے محروم بھی، امراض کا شکار بھی ہے اور بیشتر غیر تعلیم یافتہ بھی۔ حتیٰ کہ اسے سر چھپانے کی کم سے کم سہولت تک میسر نہیں ہے۔ دیکھئے، معذرت خواہانہ لہجہ میں عالمی بنک اعتراف کر رہا ہے کہ: نشانِ غربت و افلاس (poverty line) سے اوپر آمدنی کے حصول میں ناکامی ہوئی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ کم ترقی یافتہ ممالک کی اندازاً ۴۰ فیصد آبادی

غربت کی آخری ظلمتوں (absolute poverty) میں بھٹک رہی ہے۔

بلاشبہ اس ترقیاتی عمل کے نتیجے میں خوشحالی کے چند "جزیرے" ضرور ابھرے ہیں، لیکن معاشرے کی عمومی حالت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا، اور نہ زندگی کے مختلف شعبوں کو کوئی مثبت سہارا ملا ہے۔ سرمایہ پر ضرورت سے زیادہ اصرار نے قیمتوں کے ڈھانچے، شرح مبادلہ، ٹیکسوں کے نظام، اجرتوں کے پیمانے اور ٹیکنالوجی کی شکلوں کو مسلسل توڑ پھوڑ اور بگاڑ سے دوچار کر رکھا ہے۔ تقسیم زر کے مبنی برانصاف پہلو عام طور پر نظرانداز رہے۔ چنانچہ اقتصادی اور سماجی ناہمواریاں بڑھ گئی ہیں۔ روزگار کی فراہمی کے ضمن میں اثرات مطلوبہ معیار سے بہت ہی کم رہے۔ آبادی میں جو قدرتی اضافہ ہوتا ہے اس کے نتیجے میں محنت کشوں کی تعداد تو بڑھی ہے، لیکن اسے معیشت میں کھپانے اور روزگار دلانے کا مناسب اہتمام نہیں ہوسکا۔ درآمدات کے متبادل پیدا کرنے پر اصرار کے باوجود درآمدات ہی پر تکیہ بڑھتا جارہا ہے۔ توازن ادائیگی عموماً ترقی پذیر ممالک کے لیے منفی رہی ہے، جس کی وجہ سے تجارتی خسارے کی دراڑ وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہے۔ بین الاقوامی قرضے انبار کی شکل اختیار کرکے ۱۹۹۰ء میں ۱٫۳ ٹریلین یعنی ۱۳۰۰ بلین ڈالر تک جا پہنچے۔ ترقی یافتہ ممالک سے تیسری دنیا کی طرف سرمائے اور وسائل کا بہاؤ نہ صرف خطرناک حد تک کم ہوا ہے بلکہ بعض صورتوں میں الٹا چل پڑا ہے، یعنی لینے کے دینے پڑ رہے ہیں۔ توانائی کے بحران نے وسائل کی مشکلات میں مزید بگاڑ پیدا کردیا ہے۔ غرض یہ کہ چشم ہوش سے دیکھا جائے تو عمومی تصویر ایک عبرتناک ویرانے اور لق ودق صحرا کا منظر پیش کررہی ہے۔

یہاں چند الفاظ میں وہ بین الاقوامی پس منظر واضح کرنا بھی ضروری ہے جس میں تیسری دنیا کی ترقیاتی کوششوں کا اہتمام ہوا۔ نوآبادیاتی دور میں، بین الاقوامی اقتصادی تعلقات کے لیے مغرب پر انحصار کا جو انداز اختیار کیا گیا تھا، اس کی قوت اور گرفت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ غریب اور امیر اقوام میں فرق بڑھ رہا ہے۔ بین الاقوامی اشیائے تجارت کی قیمتوں میں جو بے ہنگم اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، اس کا بیشتر نقصان ترقی پذیر ممالک کو پہنچتا ہے۔ ان ممالک میں جو مالیاتی اور تجارتی پالیسیاں تشکیل پاتی ہیں وہ افراطِ زر کی حالت کو بگاڑتی رہتی ہیں۔

چوبیس ترقی یافتہ ممالک میں سے بیس ایسے ہیں، جنھوں نے ترقی پذیر ممالک سے درآمدات کے خلاف حفاظتی حصار قائم کیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ترقی پذیر ممالک کو توازنِ ادائیگی کے سخت ترین مسائل کا سامنا ہے اور بین الاقوامی مالیاتی ادارے معاملے کو سلجھانے سے قاصر ہیں۔ Human Development Report, 1992میں تسلیم کیا گیا ہے کہ: عالمی بنک (WB) اور عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) کو دنیا کے غریب ممالک کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے فعّال بنانا مطلوب ہے تو ان کے ڈھانچے میں بنیادی تبدیلی کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن مقامِ افسوس یہ ہے کہ بحرانوں کو قابو کرنے کا نہیں سوچا جاتا، بلکہ انھیں ٹالا جاتا ہے۔ تیسری دنیا کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ "بین الاقوامی اقتصادی نظام" میں بنیادی تبدیلیاں لائی جائیں۔ شمال اور جنوب کے درمیان مذاکرات اور مباحث اگرچہ بہت دھواں دھار رہے ہیں، لیکن نتیجے کے اعتبار سے روشنی سے عاری ہیں۔ درحقیقت اس خوفناک سرنگ کا دوسرا سرا بھی بڑا تاریک ہے[1]۔

1. Khurshid Ahmad, " *Mulsim Response*" , in *World Faiths the New World Order*, J. Gramillion, et al Washington, Inter-Faith Plan Colloquium, 1978. See also Amin, Samir, *Self-Reliance and New International Economic Order*, Monthly Review July/ August 1977, pp. 1-21; Cohen, Benjamin J., *The Question of Imperialism: The Political Economy of Dominance and Dependence*, New York: Basic Books, 1973; Bedjaoui, Mohammad, *Towards A New International Order*, New York: Hobus & Merer, 1979; ICE, *The Muslim World and the Future Economic Order*, London: Islamic Council of Europe, 1979.

مسلم دنیا کی بے زاری اور بیداری

اس سے پہلے جو حقائق پیش کیے گئے ہیں، ان کی بنا پر مذکورہ تمام تر نام نہاد ترقیاتی اقدامات سے مسلمان یکسر غیر مطمئن ہیں۔ اعلیٰ اخلاقی قدروں سے عاری، ترقی کے فلسفے نے انھیں مزید پریشان کر رکھا ہے۔ اس بے زاری کی گہری جڑیں مغربی ثقافت اور اس کی لادین آزاد روی میں پیوست ہیں۔ اس جعلی ترقی نے مسلمان معاشروں میں انتشار و افتراق کی کیفیت پیدا کر کے قومیتی، علاقائی اور طبقاتی جھگڑوں کو ابھار دیا ہے۔ مکمل طور پر مادہ پرستانہ طرز عمل، اسلامی طریقہ زندگی اور تہذیبی روایات کی قطعی ضد ہے۔ اسلام، معاشرے کی تشکیل اور اس کی اقتصادی و سماجی زندگی کی تنظیم کرتے ہوئے عدل و انصاف کی قدروں کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ اخلاقی اور مادی حکمت عملی کے ایک حسین امتزاج کے ساتھ زندگی اور اس کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ زندگی کو مذہبی اور دنیاوی طبقوں میں بانٹنے کا ہر خیال اسلام میں ناقابل قبول ہے[1]۔

یہ امر واقعہ ہے کہ کھلے لفظوں میں اظہار نہ کرنے کے باوجود مغربی طرز عمل ہر دوسری ثقافت اور سماجی نظام کی توہین پر قائم ہے۔ قدم قدم پر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ مغربی اقدار اور ثقافتی طور طریقے دیگر قوموں اور لوگوں پر زبردستی تھوپ کر ان کی اپنی ثقافت کا تیاپانچہ کیا جائے۔ ایسا کرتے ہوئے یہ دلیل دی جاتی رہی ہے کہ "جدیدیت کا لازمہ ہے کہ مغربی فکر کی پیروی کی جائے"[2]۔ یہ سب کچھ ایک منظم اور مربوط شکل میں "نظریہ انقلاب"

۱۔ سید قطب شہید " اسلام میں عدل اجتماعی" [ترجمہ: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی] اور سید ابوالاعلیٰ مودودی " معاشیات اسلام" [مرتب: خورشید احمد] اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔

۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی " تنقیحات اور پروفیسر عبدالحمید صدیقی کی کتب" انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام" لاہور، Main Springs of Western Civilization وغیرہ۔

کے نام پر پیش کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ مادی مقاصد کے حصول میں، معاون، محرک، مرغوب اور من پسند نتائج دینے والی قدریں اور ادارے ہی سماجی نظام چلانے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس عمل معکوس کے سبب دیرپا انسانی رویّوں اور رسم و رواج کی جگہ مادی مسابقت نے لے لی ہے۔ اقتصادی ترقی کے نام نہاد عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے لوگوں کے عملی جذبے، قابلِ قدر معاشرتی ادارے، باہمی تعلقات کی نوعیت اور اجرو عطا یا سزا اور جرمانے کے طور طریقے بدلنا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ "روستوی نظریہ" ترقی کی مخالفت کرنے والے بھی، اس کے تجزیے، نوعیت اور سماجی تبدیلیوں کی جہت کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں[3]۔

مسلمانوں کے نزدیک ترقی کا یہ عمل در حقیقت ثقافتی سامراج کی یلغار ہے۔ ان کے چند بڑے اعتراضات مختصراً درج ذیل ہیں:

الف۔ مغرب کی طلسماتی تحریک کے تحت، مادی خوشحالی کے ادھورے خوابوں نے مسلمان معاشرے میں فکری اور عملی سطح پر زلزلے کی کیفیت پیدا کر دی۔ اس فکر نے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں نقال ذہنیت کو پروان چڑھایا، جو اختراعی جذبے، تخلیقی صلاحیت اور تازہ روی کی بادِ نسیم کے لیے زہر قاتل ہے۔ اس سے نہ صرف اخلاقی بگاڑ عام ہوا ہے، بلکہ یہ مسلم دنیا پر مغربی استعمار کے اقتدار کو تقویت پہنچانے کا باعث بنا ہے۔ اس سے مغرب اور مغرب زدہ طبقات کا غیر اخلاقی گٹھ جوڑ مضبوط ہو رہا ہے۔ مغرب کی ثقافتی غلامی میں جکڑے تیسری دنیا کے ان ممالک کی مبلغ ترقی، مغربی مال کی کھپت پر منحصر ہے۔

ب۔ ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت مغربی ترقیاتی حکمت عملی کے رواج نے مسلمان معاشرے کو کئی زاویوں سے ٹکڑوں میں بانٹ کر رکھ دیا ہے۔ اس تقسیم میں جدید کے مقابل روایتی، آزاد خیالوں کے مقابل قدامت پسند (فی الحقیقت محتاط)، شہری کے مقابل دیہی، امیر کے مقابل غریب، وغیرہ کی منافرت اب عام ہے۔ اس طرزِ عمل سے

3. W. W Rostow *"The Stages of Economic Growth"*; Rostow [ed] *"The Economics of Take-off into Sustained Growth"* London, Macmillian, 1965; C.E Black *"The Dynamics of Modernisation"* New York, 1966.

سامراجی روایات کی بقا کا نہ صرف اہتمام ہوا ہے، بلکہ ایسی مصرفانہ عادات کی حوصلہ افزائی بھی ہوئی جس نے جدید طبقے کو باقی معاشرے سے کاٹ کر انھیں مغربی دوستوں کا ہم رنگ بنا دیا ہے۔ یہ مراعات یافتہ اقلیت امیر تر ہوتی چلی رہی ہے اور عام آبادی غربت کے چنگل میں گرفتار ہے۔ اس عمل سے اقتصادی اور سماجی تضاد نے جنم لیا ہے اور معاشرے میں نئے تصادم اور تناؤ کے نئے نئے محاذ پیدا ہو گئے ہیں۔ زندگی کے طور طریقے اس انداز سے بدل رہے ہیں کہ ایک چھوٹا سا مراعات یافتہ اور شاہ خرچ طبقہ، اپنی ہم وطن آبادی کی عظیم اکثریت پر مسلط ہو گیا ہے۔ اس طبقے کی قدریں اور روایات عوام الناس سے قطعی طور پر مختلف ہیں۔ قومی خود کشی کی اس دوڑ میں آگے بڑھ جانے والے لوگ اپنے ہم وطن بھائیوں کے دلوں سے دور اور ان کے لیے اجنبی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نام نہاد جدیدیت کا ہر نشان اکثریتی آبادی کی نفرت کا ہدف بن کر رہ گیا ہے۔

ج۔ ترقی کا یہ پورا تجربہ حد درجہ مہنگا اور اسراف پر مبنی ہے۔ درآمدات کا متبادل پیدا کرنے کی نیم دلانہ کوششیں معیشت کی تکنیکی صلاحیت بڑھانے میں ناکام رہی ہیں۔ جب کہ اس بے سود طرزِ عمل نے لوگوں کو ایسی غیر ضروری آسائشوں اور طرز زندگی کا عادی بنا دیا ہے، جن کا یہ معاشرہ متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہونا چاہیے۔ اُن ملکوں میں ایک شاہ خرچ معاشرہ پیدا کیا جا رہا ہے، جہاں بذات خود اشیائے صرف بہت قلیل ہیں۔ اشیا کی پیداوار اور خرچ کے انداز قطعی طور پر بے ہنگم ہو گئے ہیں۔ ان سے صرف مراعات یافتہ اقلیت کی من موجی خواہشوں کا اظہار بے لگام امنگوں کی تکمیل کی صورت میں ہو رہا ہے۔ معاشرے کی غالب اکثریت کے لیے یہ سب کچھ کار بے خیر ہے۔

د۔ بد قسمتی سے معاشرے کے عمومی مزاج میں ایسی بنیادی تبدیلی آ رہی ہے جو لوگوں کو لذت پسند انفرادیت کی طرف لے جا رہی ہے۔ قومی معاشی بنیاد کو مضبوط اور توانا بنانے کی بجائے ذاتی معیار زندگی کو بلند کرنے کی تحریک مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ ہر طرف بخل اور خیانت کے زہریلے کانٹوں کی فصل اُگ رہی ہے۔

۵۔ مغربی حکمت عملی کی تہہ میں یہ تصور پنہاں ہے کہ اقتصادی ترقی کا عمل، سیاسی نظام، سماجی اداروں اور لوگوں کی اخلاقی تربیت میں، مثبت اقدامات کے بغیر بھی جاری و ساری رہ سکتا ہے۔ مفروضہ یہ ہے کہ اقتصادی حالات میں تبدیلی آ گئی تو پھر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مختلف دائروں میں موجود نازک توازن خود بخود اس کے مطابق ڈھل جائے گا۔ حالانکہ اب تک کے نتائج یہ ہیں کہ معاشرہ تقسیم ہوا، انتشار بڑھا اور ابہام، رقابتیں اور بربادیاں عام ہوئیں۔

ان عوامل کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ معاشرتی اجتماعیت اور سالمیت کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا، جو اسلام کے انداز فکر و عمل سے یکسر مختلف ہے۔ اسلامی تصور معاشرت میں زندگی کے ہر پہلو اور شعبے میں ترقی کے اہداف سے ایسا حسین تعلق قائم کیا جاتا ہے جو انفرادی سطح، پر ایک کامل شخصیت تشکیل دیتا ہے، اور معاشرتی سطح پر عدل و توازن کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

اقتصادی ترقی کے خالص مادہ پرستانہ تصور کو اسلام مسترد کرتا ہے، کیونکہ اسلام عام محدود معنوں میں مذہب نہیں، بلکہ اس کا اپنا مخصوص اقتصادی اور سماجی پروگرام ہے۔ اس پروگرام کا محور، دنیا کے متعلق اس کا مخصوص زاویہٴ نظر، خاص اخلاقی قدریں اور منفرد اصول ہیں۔ تاریخی شہادت یہی ہے کہ مغربی افکار و نظریات اور قدروں کو جب بھی زبردستی مسلمانوں کے سر تھوپنے کی کوشش کی گئی تو نتائج ہمیشہ منفی نکلے۔ جدیدیت نے مسلم معاشرے کے ایک بہت محدود طبقے کو متاثر کیا ہے۔ امت مسلمہ کی عظیم اکثریت میں اسے راستہ بنانے اور جڑیں پھیلانے میں ناکامی ہوئی۔ ایسی تمام کوششیں قطعی طور پر سطحی اور بے ثمر رہی ہیں، کیونکہ ان کا مطمحِ نظر مصنوعی تبدیلی تھا، اور مصنوعی تبدیلی کا نتیجہ ناکامی کی صورت میں نکلتا ہے، اس لیے ایسی کوششوں کا نتیجہ بھی منفی رہا۔ کئی مغربی ترقیاتی ماڈل اور ادارے ان معاشروں کا جزو لاینفک نہ بن سکے جنھیں ان کے لیے ماڈل قرار دے کر تھوپا جا رہا تھا۔

مزید براں، مغرب نے اٹھارویں اور انیسویں صدی کے جن حالات کے تحت مادی ترقی کی، آج کے مسلمان معاشروں کے حالات ان سے مختلف ہیں۔ یہ محض ایک بے کار اور

غیر حقیقی تصور ہے کہ ایک خاص تاریخی عہد میں جو کچھ مغرب میں ہوا، وہی دوسری جگہ بھی دہرایا جاسکتا ہے۔ یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ خود آج کے مغرب میں بھی جدید مغربی نظریات و افکار کے خلاف رد عمل پایا جاتا ہے۔ بالخصوص وہاں کا نوجوان طبقہ زیادہ سے زیادہ ایسی چیزوں اور ایسے کلچر کی طرف راغب ہو رہا ہے، جنھیں "ثقافت دشمن" خیال کیا جاتا ہے۔ منظر کافی تبدیل ہو رہا ہے اور آج کا مسلمان، بالخصوص مسلم نوجوان ایسی چیزوں اور قدروں کو برداشت نہیں کر پا رہا جو مغربی غلبے کی علامت ہیں۔ مسلمان ذہن معاشی اور سماجی ترقی کی ایک نئی حکمت عملی کی تلاش اور جستجو میں ہے۔

اسی پس منظر میں پال سٹریٹن نے لکھا ہے: "شاید سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ان مسلمان ملکوں میں مغربی اداروں اور معیارات کی منتقلی کا نتیجہ مایوس کن رہا ہے، اور فی الحقیقت بعض معاملات میں اس نے ترقی کے لیے رکاوٹیں کھڑی کی ہیں، یا پھر انھیں اور زیادہ مشکل بنا دیا ہے .....مغرب دشمنی کی لہر کو نظر انداز کرنے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ مختلف تاریخی اور مکانی حالات میں جو ماڈل تیار ہوئے، انھیں جوں کا توں دوسری ثقافتوں پر لاگو کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور اگر ضد میں آکر اس پر بے جا اصرار کیا گیا تو [مغرب کو] اس کی بڑی قیمت چکانی ہوگی .....ابتدائی اور موجودہ حالات کے فرق کا تقاضا ہے کہ اقدامات بھی مختلف تجویز کیے جائیں۔ اور پیش نظر رکھا جائے کہ نئی نئی ترقیاتی معیشتوں کی تاریخ سے بھی کچھ سیکھا جاسکتا ہے"[4]۔

---

4. Paul Streeton *"Alternatives in Development"* [Journal: World Development, Vol 2, No. 2, February 1974, P. 6]

ترقی کا اسلامی تصور

اسلام اقتصادی خوشحالی کو پوری سنجیدگی سے لیتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ انسانی زندگی کی مجموعی تصویر کا ایک اہم جزو ہے، جو انسانی زندگی کی بہتری اور ترقی سے مربوط ہے۔ اسلام کے نزدیک انسانی زندگی کا سب سے بنیادی مقصد فرد کی اخلاقی اٹھان ہے۔ اسلام، معاشرتی ماحول کی تشکیل و تنظیم اس انداز سے کرتا ہے کہ انسانی ترقی صحیح خطوط پر اور صحیح سمت میں گامزن ہو۔ اسلام میں معیشت کے کسی شعبے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا، لیکن اس مسئلے کا حل زندگی کے پورے تناظر میں ڈھونڈا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں انسان کی معاشی ترقی کے لیے بھی اصل محور، اخلاق اور ترقی میں باہم ربط و توازن ہے۔ اس طرح معاشی ترقی، انفرادی اور معاشرتی ترقی کا ناقابلِ تقسیم جز بن جاتی ہے۔

ترقی کے اسلامی تصور کی چار فکری بنیادیں درج ذیل ہیں:

توحید باری تعالیٰ

توحید اللہ تعالیٰ کی یکتائی، اور اس کی حاکمیت اعلیٰ کا مظہر ہے۔ توحید اللہ اور انسان اور انسان اور انسان کے باہمی تعلق اور روابط کو متعین کرتی ہے۔

ربوبیت

ربوبیت اللہ تعالیٰ کی اس شانِ تخلیق کی مظہر ہے، جس میں رب ذوالجلال نے انسان اور دوسری جاندار مخلوق کی پرورش اور کمال کی طرف لے جانے کا ضابطہ متعین کر رکھا ہے۔ ربوبیت کائنات کا بنیادی قانون ہے جس سے الہٰی ماڈل کو سمجھا جاسکتا ہے کہ وسائل کی مفید ترقی اور انھیں آپس میں معاون اور حصہ دار کیسے بنایا جاتا ہے؟ انسانی کاوشیں دراصل اسی

خدائی تنظیم کے دائرے میں سرگرم عمل رہتی ہیں۔

خلافت

خلافت، زمین پر اللہ تعالیٰ کی نیابت، انسان کے مقام و مرتبے اور کردار کا تعین کرتی ہے۔ انسان کے فرائض کی تشریح کرتی ہے۔ مسلمان اور مسلم امہ کو اس خلافت کا مرکزی کردار بھی سونپتی ہے۔ اسی سے اسلام کے امانت، اخلاق، سیاست، معیشت اور معاشرتی تنظیم کے منفرد تصورات کی وضاحت ہوتی ہے۔

تزکیہ

تمام انبیاء علیہم السلام کا اصل مشن یہی تھا کہ سارے انسانی تعلقات اور معاملات کا تزکیہ (Purification) کیا جائے، خواہ ان کا تعلق اللہ سے ہو یا ایک انسان کا دوسرے انسان سے ہو، قدرتی ماحول سے ہو، معاشرے سے ہو یا حکومت سے ہو۔ ترقی کے اسلامی تصور کی جڑیں تزکیہ سے پھوٹتی ہیں۔ کیونکہ اسلام میں انسانی ترقی کی ہر جہت پیش نظر ہوتی ہے، یعنی ایسی ترقی جس میں مسلسل نمو اور افزائش ہو، کمال کی طرف لے جائے، طرز عمل اور تعلقات میں ستھرا پن پیدا کر دے۔ اس تزکیہ کا منطقی نتیجہ دنیا اور آخرت کی خوشحالی اور کامیابی ہے۔



بہتر ہوگا کہ اس مرحلہ پر قرآن پاک کی وہ چند آیات اور اُن کا رواں ترجمہ درج کر دیا جائے جو اسلام کے تصور ترقی پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں:

- يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات ۴۹:۱۳)

لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو ۔ در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں

سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

- وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ○ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ○ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ (الحجر ۱۵: ۱۹ - ۲۲)

ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی، اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کیے، تمہارے لیے بھی اور ان بہت سی مخلوقات کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔ بار آور ہواؤں کو ہم بھیجتے ہیں، پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں، اور اس پانی سے تمہیں سیراب کرتے ہیں۔ اس دولت کے خزانے دار تم نہیں ہو۔

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعۃ ۶۲: ۹ - ۱۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔

- مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل ۱۶: ۹۷)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے

ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کی مطابق بخشیں گے۔

- فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ○ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی (طٰہٰ ۲۰: ۱۲۳، ۱۲۴)

اگر میری طرف سے تمھیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ نہ بھٹکے گا نہ بد بختی میں مبتلا ہو گا۔ اور جو میرے "ذکر" (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا، اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

- وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ (الاعراف ۷: ۱۰)

ہم نے تمھیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمھارے لیے یہاں سامان زیست فراہم کیا، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

- فَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (النحل ۱۶: ۱۱۴)

پس اے لوگو، اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر ادا کرو اگر تم واقعی اسی کی بندگی کرنے والے ہو

- قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَةُ الْخَبِیْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ ۵: ۱۰۰)

(اے پیغمبر ﷺ) ان سے کہہ دو کہ پاک اور ناپاک بہر حال یکساں نہیں ہیں خواہ ناپاک کی بہتات تمھیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو۔ پس اے لوگو جو عقل رکھتے ہو، اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو، امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہو گی۔

- قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا (الشمس ۹۱: ۹)

یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔

- قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی (الاعلیٰ ۸۷: ۱۴)
  یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی۔
- وَلاَ تَاْکُلُوْآ اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْ ابِهَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۲:۱۸۸)
  اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمھیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے۔
- وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلاَ تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللهُ اِلَیْکَ وَلاَ تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الاَرْضِ اِنَّ اللهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (القصص ۲۸: ۷۷)
- جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔ احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔
- وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (المعارج ۷۰: ۲۴ -۲۵)
  جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے
- وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْکَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر۵۹: ۹)
  ...اور (وہ) اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔



آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعض احادیث، اسلامی تصور ترقی کی جو ترجیحات مقرر کرتی اور خدوخال واضح کرتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

- تمہارا خدا ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، اور تمہارا عقیدہ ایک ہے۔ تمہارا باپ آدم علیہ السلام ہے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ ایک عربی کو عجمی پر اور ایک سفید کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔ فوقیت کا مدار صرف تقویٰ ہے۔ (الجامع الصحیح)

- کسی کی تحقیر مت کرو۔ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ مت پھیرو۔ مال دنیا کے حصول میں مسابقت مت کرو۔ بلکہ ایک اللہ کی مخلوق ہوتے ہوئے بھائی بھائی بن کر رہو۔ (متفق علیہ)
- مومن ایک دوسرے کے لیے ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں، کہ ہر ایک دوسرے سے تقویت پاتا ہے۔ (الجامع الصحیح)
- رب کعبہ کی قسم، وہ بڑے خسارے میں ہیں ... وہ لوگ جو بڑے سرمایہ دار ہیں، سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں [ہر طرف بھلائی کے کام میں] خرچ کیا۔ (متفق علیہ)
- جو مسلمان پودے لگاتا اور کھیت کاشت کرتا ہے، اور اس میں سے کوئی پرندہ جو کچھ چگتا ہے، کوئی انسان جو کچھ کھاتا اور کوئی جانور جو کچھ چرتا ہے، تو یہ عمل اس [مسلمان] کے لیے صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)
- کسب حلال ہر مسلمان پر فرض ہے (سیوطی، الجامع الصغیر)
- کسی انسان کے لیے اس کے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی روزی نہیں (ابن ماجہ)
- تم میں سے کوئی شخص یہ کہتے ہوئے وسائل حیات کی تلاش سے باز نہ رہے کہ، "اے خدا مجھے رزق عطا کر" کیونکہ (اس طرح) آسمان سے سونا اور چاندی نازل نہیں ہوں گے۔
- اللہ کا فضل تلاش کرو اور دوسروں پر بوجھ مت بنو۔
- لوگو! بھیک میں کچھ مت مانگو۔ (ابو داؤد)
- اوپر والا ہاتھ نیچے (مانگنے) والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (الجامع الصحیح)
- وہ جو حلال روزی کے لیے محنت کرتا ہے، تاکہ بھیک (کی ذلت) سے بچا رہے اور اپنے خاندان کی کفالت اور پڑوسی کے ساتھ احسان کر سکے، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ پورے چاند کی طرح روشن ہوگا (مشکوۃ)



جن بنیادی اصولوں اور قدروں کا اوپر حوالہ پیش کیا گیا ہے، انھیں پیش نظر رکھا جائے

تو انفرادی اور اجتماعی معاشی تگ و دو کے ضمن میں اسلام کے تصوّر ترقی کے جو مختلف اجزاء ہمارے سامنے آتے ہیں، مختصراً ان کے نمایاں خدوخال یہ ہیں:

۱۔ ترقی کے حوالے سے اسلام کا تصور اپنی خصوصیات کے اعتبار سے بڑا جامع ہے جو زندگی کے اخلاقی، روحانی اور مادی دائروں کا پورا احاطہ کرتا ہے۔ یہاں ترقی ایک ایسا اعلیٰ ہدف اور قابلِ قدر عمل ہے جو انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو میں ارتقا کی ضمانت دیتی ہے۔ اخلاقی اور مادی، اقتصادی اور سماجی، روحانی اور دنیاوی زندگی کے دائرے ناقابل تقسیم ہیں۔ اسلام کا مطمح نظر محض چند افراد اور کچھ معاشرتی طبقات کی خوشحالی نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلوب سارے انسانوں کی بھلائی ہے۔ نیز یہ بھلائی محض اس دنیا تک محدود نہیں، بلکہ اس خیر کا سلسلہ عالم آخرت تک دراز ہے۔ ان دو بھلائیوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ ایک دوسرے کی پشتی بان ہیں۔ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ بھلائی کا یہ پہلو، ترقی کے جدید مغربی تصور میں بالکل مفقود ہے۔

۲۔ اسلام میں ترقیاتی عمل کا مرکزی محور اور بنیادی ہدف خود انسان ہے۔ چنانچہ اسلام کے نزدیک حقیقی معنوں میں ترقی کا مطلب، انسانی رویوں اور جذبوں، اس کے کردار اور طرزِ حیات اور اس کے مادی، سماجی اور ثقافتی ماحول کی ترقی ہے۔ ترقی کا مغربی اور مروجہ تصوّر صرف مادی ماحول (قدرتی اور اداراتی) میں تبدیلیوں تک محدود ہے، جس کے اندر ہی اندر تمام تر ترقیاتی کاوشیں ہوتی ہیں۔ اسلام اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ ترقیاتی عمل کا محور اور مرکز انسان ہے، جس کی دنیوی خوشحالی اور طمانیت کے ساتھ اُخروی نجات ہی کامیابی کا اصل پیمانہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ترقی کے بارے میں اسلامی تصور یہ ہے کہ انسانی امکانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرد کی داخلی دنیا میں اور معاشرے میں خارجی سطح پر تبدیلیوں کا ایک ساتھ ظہور ہونا چاہیے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَابِاَنۡفُسِہِمۡ (الرعد ۱۳: ۱۱)

[اللہ کسی قوم کا حال نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔]

لہٰذا انسانی تصوّرات، روئیے، ترغیبات، پسند اور جذبے اسی طرح معاشی پالیسی کے اہداف ہیں، جس طرح قدرتی وسائل، سرمایہ، مزدور، تعلیم، ہنر اور تنظیم ہیں۔ یوں

ایک طرف اسلام فرد اور معاشرے کی نگاہ کو مادّی ماحول سے ہٹا کر انسانی سماجی اور اقتصادی مرکز پر جماتا ہے، اور دوسری طرف ترقیاتی پالیسی کے دائرہ عمل کو بڑی وسعت دیتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اہداف اور تدابیر کا حلقہ بھی وسیع ہو جاتا ہے کیونکہ معاشی پروگرام کے مطابق ان کا کم و بیش ہونا ضروری ہے۔ ترجیحات کی اس تبدیلی کا ایک اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ترقیاتی عمل کے سارے مراحل میں، خواہ ان کا تعلق فیصلہ سازی سے ہو یا عمل درآمد سے، عام لوگوں کی زیادہ سے زیادہ شمولیت اور شرکت ایک لازمی جزو بن جاتی ہے۔

۳۔ اسلام کی نظر میں معاشی ترقی ایک ہمہ گیر عمل کا نام ہے۔ چونکہ ترقیاتی پیش قدمی بیک وقت کئی سمتوں میں کرنا پڑتی ہے، اس لیے کسی ایک عامل کو، خواہ وہ بست ضروری ہی کیوں نہ ہو، باقی عوامل سے جدا کر کے محض اسی پر سارا زور صرف کرنا ایک قابلِ عمل اور مفید طریقِ کار ثابت نہیں ہو سکتا[1]۔ اسلام سارے عوامل اور تمام قوتوں میں توازن کا نقیب ہے۔ سب کو ایک ساتھ تحریک دیتا اور پروان چڑھاتا ہے، کیونکہ عدل و توازن کی اہمیت بنیادی ہے۔

۴۔ اقتصادی ترقی میں کئی تبدیلیاں پیشِ نظر ہوتی ہیں، کمیت کے لحاظ سے بھی اور ماہیت کے لحاظ سے بھی۔ کمیت اور حجم پر ضرورت سے زیادہ اصرار کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معیار اور ماہیت پر، بالخصوص حیات انسانی کے حوالہ سے، توجہ کم پڑ جاتی ہے۔ اسلامی نظمِ معیشت کی کوشش ہوتی ہے کہ یہ عدمِ توازن درست کر دیا جائے۔

۵۔ سماجی زندگی کے حرکی (dynamic) اصول و قواعد میں اسلام دو باتوں پر بہ طور خاص زور دیتا ہے: پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن مادّی وسائل سے نوازا ہے ان کا بھرپور استعمال ہو۔ دوسری بات یہ کہ ان وسائل کا استعمال اور انسانوں کے درمیان تقسیم اس انداز سے ہو کہ عدل و انصاف کے تقاضے بہ طریقِ احسن پورے ہوں۔

---

1. Max F. Millikan " *A Strategy of Development*" [In, UN: The Case for Development] New York: Praeger Special Studies, 1973, p. 25.

"ڈیولپمنٹ اکنامکس میں اس پہلو پر توجہ بڑھ رہی ہے۔ میلیکان کا اصرار ہے کہ "ترقیاتی تجربوں کا ایک اہم سبق یہ ہے کہ ہم ترقی کو کئی عناصر کے باہم مربوط عمل کا ایک سلسلہ سمجھیں"۔

اسلام اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اللہ کی عطا و بخشش پر اس کا شکر ادا کیا جائے اور عدل سے کام لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ یاد دہانی کے لیے قرآن پاک میں بار بار کفرانِ نعمت اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

درج بالا تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شکر اور عدل سے ترقیاتی عمل کو تحریک ملتی ہے، جبکہ کفر اور ظلم، انسانی سماج میں بربادی اور بدنمائی کا سبب ہیں[۲]۔

پیداوار اور تقسیم کو ترقیاتی عمل کے تعلق سے دیکھنے والا فلسفہ، اسلامی طریق فکر و عمل سے یک سر مختلف ہے۔ اسلام میں ترقیاتی عمل کا ہدف ایک خدا خوف، پرہیزگار اور ذمہ دار انسان کی روحانی اور مادی ترقی ہے۔ وہ انسان جس کی شخصیت متوازن ہو، اور جو اس قابل ہو اور اس کے لیے ہمہ تن تیار ہو کہ انسانیت کے سامنے سچائی اور انصاف کا گواہ بنے۔ اس کے ساتھ ساتھ ترقیاتی عمل کا دوسرا بڑا ہدف ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جہاں عدل کار فرما ہو، جس میں مسلسل نمو اور افزائش ہوتی ہو، جو فرد اور سوسائٹی کی ضروریات اس انداز سے پوری کرے کہ کسی کا استحصال نہ ہو اور نہ کسی کے حقوق میں دست درازی ہو۔

مختصراً اسلامی نظم زندگی کے عمل میں، واضح ہدف اور اعلیٰ قدروں کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ہر ہر فرد کی آزادانہ شرکت یقینی بنا دی جاتی ہے اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں بدرجۂ اتم خوشحالی اور برکت پیدا ہو۔ اس کا ایک اہم ترین مقصد یہ بھی ہے کہ مسلم امۃ کو وہ موقع بہم پہنچایا جائے کہ وہ زمین پر اللہ کی خلافت کا حق ادا کرنے کے

۲۔ اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں، اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا، جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے (ابراہیم ۱۴: ۳۲-۳۴) انتظام و ترقی کے الٰہی پالیسی میں یہ کہنا کہ ان الانسان لظلوم کفار، بہت اہم ہے۔ اس سے ان باتوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جو انسانی ترقی کے عمل کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ زیادہ اہم حوالہ ناشکرے پن کا ہے جب اللہ کی عطا کو صحیح استعمال نہ کیا جائے اور بے انصافی برتی جائے تو یہ گویا سماجی نقطۂ نظر سے ان وسائل و انعامات کا غلط استعمال ہے۔ (محمد الباقر "اقتصادنا"، بیروت، ۱۹۶۸ء) لہذا اسلامی ترقیاتی عمل کی نہج اور اس کا انداز ایسا ہوگا جو شکر و امتنان کے جذبے اور پیہم اظہار کو تقویت دے، عدل کو قائم کرے اور معاشرے کو کفر اور ظلم سے پاک رکھے۔

لیے صحیح معنوں میں امت وسط کا کردار ادا کرے، تاکہ سارے انسانوں کو عدل و انصاف پر مبنی ایک سماج کے قیام پر آمادہ کرے جو دنیوی زندگی میں اسلام کا مطلوب ہے۔ چنانچہ ترقی کا مطلب فرد اور معاشرے کی اخلاقی، روحانی اور مادی ترقی ہے، ایک ایسے منصفانہ نظام کے ذریعے جس کا نتیجہ پوری انسانیت کی بھلائی ہو، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اسلامی ترقیاتی پالیسی کے اہداف

گزشتہ بحث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اب ہم ترقیاتی پالیسی کے عمومی اہداف اور ایک مسلم معاشرے کے ترقیاتی پلان کے خصوصی مقاصد کا تعین کر سکتے ہیں۔

۱۔ انسانی وسائل کی ترقی

ترقیاتی پالیسی کا پہلا مقصد، انسانی وسائل کی ترقی ہونا چاہیے۔ اس میں صحیح رویّوں اور جذبہ کی ترویج، اخلاق کی تعمیر اور شخصیت کی تشکیل، عمومی تعلیم و تربیت کے نظام، ہر شعبہ کے لیے مخصوص ہنر کے انتظام اور علمی اور تحقیقی کاوشوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ایسا طریق کار وضع کرنا شامل ہے کہ ترقیاتی کوششوں میں عام آدمی کی ذمہ دارانہ اور تخلیقی شرکت یقینی ہو جائے۔ فرد ہر سطح پر فیصلہ سازی میں حصّہ لے اور آخر میں ترقی کے پھل میں سے اپنا حصہ پائے۔ اس شاہراہ پر قدم رکھنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا کام اوّلین ترجیح ٹھہرے، لوگوں کی عمومی اخلاقی تربیت کا ہمہ گیر انتظام ہو اور باہمی تعلقات کا ایک ایسا ہیکل اساسی (infra - structure) وجود میں آئے جس کی بنیاد باہمی تعاون، حصّہ داری اور باہمی شراکت پر استوار ہو۔ چنانچہ انسانی وسائل کو روبہ عمل لانے کے لیے ایک بے حد مؤثر اور معیاری انتظامی مشینری کھڑی کرنا اور ایثار و قربانی کے جذبہ کو فروغ دینا بہت ضروری ہے۔

۲۔ نفع بخش پیداوار میں اضافہ

نفع بخش پیداوار میں اضافہ کرنا اسلام کا مطلوب ہے۔ قومی پیداوار جو خود انحصاری پر

مبنی ہو اور اس میں تسلسل بھی ہو، اسلامی ترقیاتی پالیسی کا ایک اہم مقصد ہے۔ تاہم جہاں پیداوار کے معیار اور اس کی مقدار کی فکر ہوگی وہیں یہ دیکھنا بھی ضروری ہوگا کہ کیا پیدا کرنا ہے اور کون سی چیز کس مقدار میں پیدا کرنی ہے؟ اسلام میں پیداواریت کا مطلب، ہر الم غلم یا وہ جسے بعض لوگ محض اپنی شان و شوکت دکھانے کے لیے خرید سکیں، پیدا کرنا مطلوب نہیں۔ پیداوار کے لیے زور ان اشیا پر ہوگا جو اسلامی قدروں اور عمومی انسانی تجربوں کی روشنی میں عام انسان کے لیے مفید ہوں گی۔ اسلام نے حلال اور حرام کی واضح حدود متعین کر دی ہیں۔ پیداکاری اور صرف (consumption) کی اجازت اس دائرے کے اندر رہی ملے گی۔ جن اشیا کی ممانعت ہے انھیں پیدا کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جن اشیا کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے ان کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی۔ ہر وہ شے جو انسانی زندگی کے لیے مفید اور ضروری ہے، عملِ پیداوار میں اسے ترجیح حاصل ہوگی۔ اس پالیسی کی روشنی میں سرمایہ کاری اور پیداوار کے طور طریقے اسلامی ترجیحات اور امہ کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر تبدیل کر دیے جائیں گے۔ اس اعتبار سے ہمارے خیال میں تین امور قابل ترجیح ہیں:

- خوراک اور بنیادی ضرورت کی اشیا، مثلاً مکانات اور سڑکوں سے متعلق خام مال کی وافر مقدار میں پیداوار اور مناسب قیمتوں پر رسد کا انتظام۔
- مسلم دنیا کی دفاعی ضروریات۔
- بنیادی سرمائے کی اشیا (capital goods) اور بھاری مشینری کی پیداوار میں خود کفالت۔

۳۔ معیار زندگی میں بہتری

کوشش یہ ہونی چاہیے کہ لوگوں کے اخلاقی اور سماجی طور طریقوں میں حقیقی معنوں میں بہتری پیدا ہو اور ترقی کا ہدف، محض فی کس آمدنی یا چند اقتصادی اشاریوں (indicators) میں تبدیلی سے منسوب نہ ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

- اخلاقی اٹھان، بہتر تعلیم اور مضبوط سماجی بندھن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ جان، مال اور عزت و عصمت کے تحفظ کا بھرپور انتظام۔

- روزگار کے مواقع پیدا کرنا اور ان سے متعلق تنظیم، سرمایہ کاری، علاقائی اور تعلیمی ضروریات کے مطابق نئی فنی تربیت شامل ہے۔
- سماجی تحفظ کا ایک وسیع اور موثر نظام مرتب کرنا، کہ مناسب روزگار نہ پاسکنے والوں یا کسی بھی وجہ سے محتاج ہو جانے والوں کے لیے بنیادی ضروریات کی حد تک کفالت کا خود کار نظام قائم ہو سکے۔ زکوٰۃ کو اس نظام میں مرکزی عامل کا کردار حاصل ہو گا۔
- آمدنی اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے مسلم معاشرے کو آمدنی اور اجرت کی ایک فعّال پالیسی اختیار کرنی ہو گی، جس کا بڑا مقصد نادار طبقوں کی آمدنی میں اضافہ ہو، اور جو غربت اور پس ماندگی کے خاتمے کو اوّلین ترجیح دے۔ اس کے ساتھ ساتھ کوشش ہو گی کہ دولت کے ارتکاز اور طبقاتی اور علاقائی تفاوتوں میں کمی آئے، جس کے نتیجے میں دولت کی گردش ہر سطح اور ہر حلقے تک پھیل جائے۔ قطعی غربت کے مدارج میں واضح کمی اور آمدنیوں کی خلیج پاٹنا، اسلامی ترقیاتی عمل کی کامیابی کے بڑے اشاریوں میں سے ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے ٹیکس کے نظام کی اصلاح اور اس میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہو گی۔
- رہائش اور ٹرانسپورٹ کا سستا انتظام۔
- تعلیم کی خصوصی ترجیح کے ضمن میں عمومی اور فنی تعلیم و تربیت اور تحقیقی و تخلیقی کاوشوں کے لیے بہترین سہولتیں مہیا کرنا۔

۴۔ متوازن ترقی

یعنی ملک کے مختلف علاقوں اور معیشت کے مختلف شعبوں کی متوازن ترقی کا انتظام، معاشی امور اور فیصلوں میں مرکزیت (centralization) کی حوصلہ شکنی کرنا اور اختیارات کو نچلی علاقائی اور مقامی سطح تک منتقل کرنا۔ ہر علاقے کی ترقی پر مناسب توجہ نہ صرف عدل و انصاف کا تقاضا ہے، بلکہ بھرپور ترقی کا لازمی حصہ بھی ہے۔ اس سے معاشی ثنویت (dualism) کا علاج بھی ہو گا جو بہت سے مسلمان ممالک کا روگ ہے۔ اس سے ملک کے اندر باہمی ربط و تعاون اور خوش گوار میل جول میں بھی اضافہ ہو گا۔ یہ وہ شعبہ ہے

جس میں علاقائی سطح پر مطالعہ، تحقیق اور تجزیہ کے اصولوں کا زیادہ سے زیادہ اطلاق ممکن ہو سکے گا۔ اسی طرح اکانومیٹرک (econometric) تکنیک اور عوامل پیداوار کے تجزیاتی عمل کا استعمال ہو گا، اگرچہ ان میں اسلامی اقتصادی اور سماجی فریم ورک کے حوالے سے مناسب تبدیلیاں بھی لائی جائیں گی۔

۵- نئی ٹیکنالوجی کا استعمال

ایسی جدید ٹیکنالوجی کی ترویج جو مقامی حالات، ضرورتوں اور مسلمان ممالک اور معاشروں کی امنگوں سے ہم آہنگ ہو۔ پورا ترقیاتی عمل تبھی خود کار اور باثمر ہو گا، جب نہ صرف بیرونی امداد پر انحصار ختم کر دیا جائے، بلکہ ایک مختلف اقتصادی اور ثقافتی ماحول میں پروان چڑھنے والی ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کر کے، تکنیکی اور تخلیقی صلاحیت کو مقامی رنگ دے دیا جائے۔ اس ٹیکنالوجی پر وہ چھاپ ہو گی، جو ہماری منفرد پہچان بن جائے گی۔ البتہ اس مقصد کے حصول کے لیے عرق ریز تحقیق اور وقت کے چیلنجوں کا سامان مہیا کرنے کی سپرٹ پیدا کرنا ترجیحی بنیادوں پر اولیت کا تقاضا کرتا ہے۔

۶- بیرونی دنیا پر انحصار اور مسلم دنیا سے روابط

یہ مسلم امہ کے استخلاف فی الارض کا راست تقاضا ہے کہ بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کے معاملے میں غیر مسلم دنیا پر مسلسل انحصار کی روش تبدیل کی جائے۔ اس اقدام کے لیے فیصلہ سازی اور عمل ہماری اقتصادی خود انحصاری، عزت نفس اور قوت میں مسلسل اضافے کا ذریعہ بن سکتا ہے[1]۔ مؤثر دفاعی تیاریاں کی جائیں، تاکہ مسلم دنیا کی آزادی کی حفاظت ہو، ہم جارحیت اور عالمی بلیک میلنگ سے محفوظ ہوں اور عالم انسانیت امن و سکون سے رہے۔ ترقیاتی منصوبہ بندی کا یہ ایک بڑا اہم اور نمایاں رخ ہو گا۔

۱- اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو، تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کرو، جنہیں تم نہیں جانتے "مگر اللہ جانتا ہے" (انفال ۸:۶۰)

اقتصادی و جغرافیائی تعاون: نئی حکمت عملی

جن مقاصد کا اس سے پہلے ذکر ہوا ان کے حصول کے لیے ہر چھوٹی بڑی سطح پر ایک نئی حکمت عملی ترتیب دینا ہو گی۔ تشکیلِ سرمایہ (capital formation) کو بجا طور پر اہمیت ضروری جائے گی، لیکن نئے اسلامی ماڈل میں اس کی پوزیشن بنیادی محرک کی سی نہیں ہو گی۔ عوامی سطح پر شرکت کے لیے افراد کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ سماجی اقتصادی پروگرام کی حکمت عملی کے ہیکل اساسی (infrastructure) کی تشکیل جدید اہم چیلنج ہو گا۔ سماجی پروگراموں سے معلومات کی ترسیل، جدت و اختراع اور موزوں ٹیکنالوجی وغیرہ بھی اس عمل کے اہم اجزا ہوں گے۔ سرمائے کا کردار صرف شرح نمو یا اعداد و شمار (marginal propensity) کی بنیاد پر نہیں جانچا جائے گا، بلکہ اشیاء کی پیداوار اور ٹیکنالوجی کے امتزاج اور ترکیب کو بھی پیش نظر رکھنا ہو گا، جس کے نتیجے میں کم سرمایہ اور زیادہ پیداوار کی نسبت بھی حاصل ہو، جب کہ پیداوار اور صَرف کے مختلف نئے نئے انداز بھی سامنے آئیں۔

بے روزگاری کا خاتمہ ایک اہم بلکہ فیصلہ کن ہدف ہو گا۔ نچلی سطحوں بالخصوص ڈویژن، ضلع، قصبہ اور دیہات کی سطح پر ایسے اداروں کی تشکیل ضروری ہو گی، جو منصوبوں کی تشکیل اور ان پر عمل در آمد کے ذمہ دار ہوں گے۔ منصوبہ سازی کی مشینری محض اوپر کی سطح پر افقی انداز میں موجود نہیں ہو گی، بلکہ اس کا سلسلہ عمودی رنگ میں نیچے گاؤں اور محلے تک پھیلا ہوا ہو گا۔ داخلی اور خارجی بندھنوں کے ایک مربوط سلسلے کے ذریعہ ترقیاتی عمل میں معاشرے کے تمام شعبہ جات کی شرکت یقینی بنائی جائے گی۔

ہم نے موضوع کے نظریاتی پہلو کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تاہم یہ

حقیقت ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے کہ ایک موزوں ترقیاتی حکمت عملی کا انحصار صرف نظریاتی افکار پر نہیں ہو سکتا۔ ان افکار کا ایک گہرا تعلق جغرافیائی اقتصادی گوشوں سے بھی ہے، یعنی وسائل کی بنیاد، یسر عوامل کی کیفیت، اور سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی ادارے اور ان کی خصوصیات بھی پیشِ نظر رکھنا ہوں گی۔

سبھی مسلم ممالک ترقی پذیر گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو درمیانی اور نچلی سطح پر ہیں اور کچھ سیڑھی کے سب سے نچلے پائے دان کے آس پاس۔ یہ دراصل اس فکری، علمی، تحقیقی، تخلیقی اور عملی پسماندگی کا اظہار ہے جس سے یہ ممالک اٹھارویں اور انیسویں صدی کے دوران مغربی سامراج کی یلغار کے بعد دوچار ہوئے، کہیں بیسویں صدی کے نصف پر پہنچ کر سامراج کے عریاں اقتدار سے ان کی گلو خلاصی ہوئی۔ (مگر افسوس کہ مسلمان ممالک کی سیاسی قیادتوں نے مغرب کی پوشیدہ معاشی و عسکری غلامی کا طوق اپنی اقوام کے گلے میں ڈال دیا) سیاسی آزادی کو تقویت دینے کے لیے آزاد معاشی بنیاد کی فراہمی ایک کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ کام بڑی دیر بعد ابھی حال ہی میں شروع ہوا ہے، مگر کہیں کہیں۔ بالآخر اسی عمل کی کامیابی اس بات کی ضمانت دے سکے گی کہ مسلمان ممالک خود آگاہ اور آزاد قومی اکائیوں کی شکل میں زندہ رہیں اور آپس میں مل کر مسلم طرز حیات کی تشکیل نو کریں، جس پر دنیا کی خوشحالی اور امن کا انحصار ہو۔

مسلم علاقے کے وسائل کی بنیاد کافی وسیع ہے۔ اس میں زرعی پیداوار کے لیے بڑے بڑے قیمتی قطعات ہیں، معدنی دولت اور توانائی کے گونا گوں وسائل کے خزانوں سے بھرے پڑے ہیں، جن میں تیل اور قدرتی گیس ہی نہیں، بلکہ کوئلہ، تانبے، سونے اور پن بجلی کے بے کراں امکانات بھی ہیں۔ انسانی وسائل نہ صرف عددی اعتبار سے کافی زیادہ ہیں، بلکہ ان ترقی پذیر ممالک سے باکمال لوگوں کے ترقی یافتہ ممالک کی سمت بہاؤ نے مثبت امکانات کی مسلم دنیا کو تقویت بخشی ہے۔ اس افرادی قوت کی ہنرمندی اور معیار اس درجے پر پہنچ چکے ہیں کہ کئی مسلم ممالک نے ٹیکنالوجی کے ضمن میں اپنی اداراتی بنیاد کافی حد تک مضبوط کر لی ہے، اور وہ انتہائی جدید شعبوں مثلاً ایٹمی توانائی، برقیات، میڈیکل سائنس، کمپیوٹر ٹیکنالوجی اور فضائی حرکیات وغیرہ میں بھی پیش رفت پر قادر ہو چکے ہیں۔

مسلمان علاقے میں وسائل کی بنیاد پھیلی اور بکھری ہوئی ہے۔ مسلمان ممالک کی آپس کی محدود تجارت کے باوجود، ۱۹۹۲ء میں مسلم ممالک کی باہمی تجارت، ان کی کل برآمدات کا صرف ۱۰ فیصد تک تھی۔ آج ان پر فطری تعاون کے امکانات واضح ہوتے جارہے ہیں۔



ہم یہاں پر مسلم دنیا کی چار گروپوں میں تقسیم سے موجودہ صورت حال کا مختصر سا خاکہ پیش کررہے ہیں:

- پہلے گروپ میں متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، کویت، اومان، الجزائر اور لیبیا جیسے ممالک کی مشترک پہچان، معدنی تیل کی کافی ترقی یافتہ صنعت اور وسیع پیمانے پر اس کی برآمد ہے۔ اگرچہ ان ممالک میں صنعتی تنوع کے لیے کچھ ابتدائی اقدامات بھی ہوئے، لیکن ان کا زرعی شعبہ بالعموم زبوں حال اور سخت لاغر ہے۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کے عشروں میں جب تیل کی قیمتیں مناسب اور حقیقت پسندانہ سطح تک اٹھیں، تو تیل برآمد کرنے والے ان ملکوں کا بڑا وسیلہ یہ سامنے آیا کہ ان کے پاس اضافی سرمایہ اکٹھا ہوگیا، جو خود ان ممالک کے اندر بھی اور باہر کی دنیا میں بھی کھپت کے لیے میسر تھا۔ بد قسمتی یہ ہوئی کہ اس سرمائے کا بہت بڑا حصہ ترقی یافتہ صنعتی اقوام میں سرمائے کی منڈیوں کی طرف چل پڑا اور تیسری دنیا بالخصوص مسلم ممالک میں راست سرمایہ کاری کا ذریعہ نہ بن سکا۔
- دوسرا گروپ تیل برآمد کرنے والے ترقی پذیر مسلم ممالک کا ایک وہ حصہ ہے، جہاں معدنی صنعت تیل ہے، جس کا سب سے اہم کردار ہے۔ یہ برآمدی شعبے کا سب سے بڑا عنصر ہے۔ تاہم ان ممالک میں زراعت اور عمومی صنعت بھی نسبتاً ترقی یافتہ ہے۔ مثال کے طور پر انڈونیشیا ہے، جہاں تیل سے متعلق ذیلی پیداواری شعبہ کافی وسیع ہے۔ وہاں کی ملکی پیداوار (GDP) میں معدنی شعبے کا حصہ صرف ۲۰ فیصد ہے، جبکہ زراعت اور صنعت کا حصہ بالترتیب ۲۰ فی صد اور ۹ فی صد ہے۔ ایسے ممالک میں ترقیاتی عمل کے لیے، وسائل کا ایک اندرونی ملکی توازن موجود ہے۔ ان کی اہم ترین

ضرورت ٹیکنالوجی کا حصول اور مسلمان ممالک سے تجارت بڑھانا ہے۔

- تیسرے گروپ میں وہ مسلمان ممالک ہیں جن کا معدنی شعبہ محدود ہے اور ان کی بیشتر برآمدات کا تعلق زراعت سے ہے۔ صنعتی ترقی میں ملکی ضروریات اور برآمدات کے حوالے سے یہ مختلف درجوں میں ہیں۔ جن ممالک میں صنعتی شعبہ محدود ہے اور بیشتر انحصار بنیادی زرعی اشیا کی برآمد پر ہے، ان میں چاڈ، مالی، گنی، صومالیہ، سوڈان، یوگنڈا، اپر وولٹا، نائجیریا اور عرب جمہوریہ یمن شامل ہیں۔
- چوتھے گروپ کے ممالک وہ ہیں، جو بنیادی زرعی اشیا کی برآمد پر مسلسل تکیہ کرنے کے بجائے اپنی برآمدات میں صنعتی مال کا تناسب کافی حد تک بڑھانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان میں قابل ذکر مصر، سیرالیون، لبنان، ترکی، پاکستان، ملائیشیا اور بنگلہ دیش ہیں۔ ان ممالک کا اصل اثاثہ وسیع افرادی قوت، ہنر مندی، اور اداراتی ڈھانچہ ہے، جو ترقی میں ممد و معاون ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ایک وسیع مقامی مارکیٹ ہے۔ ان ممالک کی بڑی کمزوری سرمائے کی عدم دستیابی ہے اور نچلی سطح پر کم آمدنی کی وجہ سے یہ اپنے ترقیاتی مقاصد کے لیے بچتوں کی سطح ایک خاص حد سے اٹھانے سے قاصر ہیں۔

مسلم دنیا میں موجود ممکنہ اقتصادی معاونت کے اس مختصر جائزے سے بھی یہ سمجھنا آسان ہے کہ زمین کے ایک بڑے حصے پر پھیلی ہوئی اس آبادی کی اقتصادی اور سماجی بہتری کے لیے جو بھی حکمت عملی وضع کی جائے گی، اس کی بنیاد باہمی تعاون اور مشترک مسلم خود انحصاری (self - reliance) کے اصول پر رکھنا ہوگی۔ یہ محض معاشی ضرورت ہی نہیں بلکہ مسلم ڈھانچے کے اندر معاشی خوشحالی کا لازمی جز بھی ہے جو مسلمان ممالک کی ترقی کا ایک ہی بامعنی اور معقول مظہر ہو سکتا ہے۔ اگر مسلم دنیا ترقی کے حصول کے لیے خود انحصاری کو بنیاد نہیں بنائے گی تو امکان یہی ہے کہ یہ دنیا کے غالب معاشی فلسفوں اور معاشی جارحیت شکار ہو کر رہ جائے گی۔

مسلمان ممالک کی متذکرہ خصوصیات کو پیش نظر رکھیں تو اسلامی نکتۂ نظر کے تحت مرتب ہونے والی ترقیاتی حکمت عملی کے یہ دو اہم پہلو سامنے آتے ہیں:

- پہلا نظریاتی اور اقتصادی پہلو ہے، جو مقامی وسائل کو زیادہ سے زیادہ متحرک کر کے اس طرح ترتیب دے گا کہ یہ اسلامی سماجی و معاشی مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہو۔
- دوسرے پہلو کا تعلق مسلمان ممالک کے باہمی تعاون سے بھی ہے اور جغرافیائی قرب و ہمسائیگی کے حوالے سے، ان کے ذیلی گروپ بنانے اور ان کے درمیان اقتصادی تعاون سے بھی ہے۔ اور بدرجہ آخر سیاسی مصالحت اور رواداری سے بھی۔

یہ چھوٹے گروپ مل کر ایک بڑے مسلم اقتصادی بلاک کی شکل اختیار کریں گے۔ جہاں کچھ طے شدہ مشترک مقاصد کے حصول پر نہ صرف اتفاق ہو گا بلکہ عمل کی راہوں پر سرگرم سفر بھی ہوا جائے گا۔ یہ سب کچھ ایک اداراتی ڈھانچے کے زیر اثر پروان چڑھے گا، جس کی کچھ خام شکلیں اب بھی موجود ہیں۔ یہ مسلمان دنیا، تیسری دنیا کی بڑی کمیونٹی سے منسلک ہو گی اور ایک نئے منصفانہ بین الاقوامی معاشی نظام کی تشکیل اور ترویج میں اس سے پورا پورا تعاون بھی کرے گی۔

خود انحصاری کی حکمت عملی

خود انحصاری کی حکمت عملی کا فیصلہ کن عنصر یہ ہے کہ بیرونی امداد پر مبنی، ترقیاتی عمل میں بنیادی انقلابی تبدیلی لائی جائے۔ یہ ہمارا سوچا سمجھا نقطہ نظر ہے کہ "بیرونی امداد" کی بندش ایک نعمت سے کسی طور پر کم نہیں ہو گی۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جس ترقی کی بنیاد گذشتہ چار دہائیوں سے "بیرونی امداد" پر رکھی گئی تھی، اس نے متوقع نتائج نہیں دیئے۔ اب اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ تیسری دنیا نے بالعموم اور پاکستان نے بالخصوص آج تک "بیرونی مالی امداد" کے نام پر جو کچھ وصول کیا ہے، اس کے اثرات کا سائنسی اور بے لاگ تجزیہ کیا جائے۔

یہاں لفظ "امداد" (Aid) دراصل ایک غلط اصطلاح ہے۔ وہ مالی گرانٹ (Grant)، جسے امداد کہنا اور سمجھنا صحیح ہو گا، بہت کم ملی ہے۔ باقی جو کچھ ملا وہ قرضہ (Loan) تھا، جو یا تو نسبتاً آسان شرائط پر ملا یا پھر کم و بیش منڈی کے بھاؤ کے مطابق سود کی ادائیگی پر ملا۔ عالمی بنک اور دوسرے امداد دینے والے اداروں کی مارکیٹ کے حوالے سے ترجیحی پالیسیوں کی بنا پر موخرالذکر قرضوں کا تناسب بڑھتا جا رہا ہے۔ اس طرح اس نام نہاد "امداد" میں قرضے کا حصہ پچھلے دو عشروں میں نہ صرف مسلسل زیادہ ہوا، بلکہ وہ شرح سود جس پر یہ قرضے مہیا کیے گئے، تقریباً مارکیٹ ریٹ کے برابر رہے۔

ہمیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ اس "امداد" یعنی قرض کا ایک بڑا حصہ مشروط ہوتا ہے۔ اسے کوئی ملک یا ادارہ اپنی مرضی اور ترجیحات کے مطابق استعمال نہیں کر سکتا، اور نہ اس سے دنیا میں کہیں موجود سستی اشیا خریدی جا سکتی ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ قرض دینے والے ملک کے پاس اشیا کی اتنی بڑی مقدار کے ساتھ ساتھ جبری طور پر انتظامی خدمات کا نام نہاد

ڈھانچہ ہوتا ہے، جسے وہ من مانی قیمت پر فروخت کرنا چاہتا ہے۔ عام حالات میں قیمتوں کا یہ فرق ۳۰ فی صد ہوتا ہے۔ مقروض ملک کو قرض دہندہ سے یہ اشیا خریدنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح قرض یا امداد، قرض دینے والے ملک کی برآمدات بڑھانے کا بڑا ذریعہ تو بن جاتا ہے، مگر قسمت کے مارے مقروض ملک کے لیے اس کی افادیت برائے نام ہی رہتی ہے۔

اس پر طرہ یہ کہ ٹرانسپورٹ، انشورنس اور تکنیکی مہارت کے اخراجات مزید ہیں۔ یہ سب کچھ پیش نظر رکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ خالص وصولی بے حد کم رہ جاتی ہے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ نئے قرض کا ۷۰ فی صد پرانے قرض اور اس کے سود کی ادائیگی میں کھپ جاتا ہے۔ اصل منتقلی صرف ۳۰ فی صد کی حد تک ہوتی ہے، جبکہ آخری خالص "امداد" نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔

یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ آج سیاسی، جغرافیائی صورتِ حال میں تبدیلی آچکی ہے۔ یہ امید رکھنا حماقت اور کج فہمی کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ ماضی میں جو تعاون اور "امداد" ہمیں میسر تھی، اس کا سلسلہ مستقبل میں بھی جاری رہے گا۔ یوں بہ حیثیت قوم ہمارے لیے خود انحصاری کے سوا کوئی چارہ کار باقی ہی نہیں۔

یقیناً ہمیں دنیا کے سبھی ممالک سے دوستانہ روابط رکھنے چاہییں، لیکن امداد پر تکیہ کیے رکھنا اور کشکول گدائی پھیلائے رکھنا درست نہیں۔ نظریاتی نقطۂ نظر سے دیکھیں، تو اسلام، امت مسلمہ کی کامل آزادی، حاکمیت اور عزت نفس جیسے امور کے بارے میں بڑا حساس ہے۔ یہ امت شہدا علی الناس ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی معیشت میں، دانش میں، ٹیکنالوجی میں، سائنس میں اور مالیات میں دوسروں کے محتاج رہیں گے تو ہمارے لیے دنیا کے سامنے اسلام کا گواہ بننا ممکن نہیں ہوگا۔ لہٰذا نظریاتی پختگی اور ملی شعور کے ساتھ خود انحصاری ہی ترقی کا واحد راستہ ہے۔

یہ خود انحصاری ہے کیا؟ ہم اس کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ، یہ وہ حالت ہے جس میں ایک قوم اپنے وسائل کے استعمال میں اپنی آزادانہ رائے سے فیصلے کرے، اور پوری طرح مختار ہو کہ اس کا مطلوب کیا ہے؟ اس کا سیاسی اور معاشی ترجیحات کا انداز کیا ہے؟۔ یہ

معاملہ اس صورت حال سے یک سر مختلف ہے، جس میں بیرونی سیاسی اور معاشی دباؤ کے زیر اثر ہم ناپسندیدہ فیصلوں پر مجبور ہوں۔ خود انحصاری کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایک ملک یا ممالک کا ایک گروپ، وہ اہلیت اور قابلیت بہم پہنچا دیں کہ کسی بحرانی حالت کا مقابلہ اپنی اندرونی قوت کے بل بوتے پر کر سکیں۔ یہ تبھی ممکن ہو گا کہ معیشت، تجارتی مبادلات (بہ شمول تجارتی اشیا و سرمایہ کی حرکت) کی بنیاد پر متوازن کیفیت پیدا کرنے کے قابل ہو۔ مختصراً، خود انحصاری کا تقاضا خود اعتمادی اور آزادی سے اپنے قومی اہداف کا تعین اور فیصلہ سازی ہے، جب کہ ہر طرح کا انحصار ختم ہو جائے، خواہ اس کی دعوت خود دی جائے یا وہ باہر سے جبراً لاگو ہو۔

خود انحصاری کا مطلب کامل خود کفالت نہیں ہے۔ آج کوئی ملک بھی مکمل خود کفیل نہیں ہو سکتا، لہٰذا ان دو حالتوں کو مترادف نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگرچہ مجموعی طور پر مسلم امت اس قابل ہے کہ بڑی حد تک خود کفیل ہو جائے، لیکن مستقبل میں ترقی کے حصول کی کاوشوں اور ارضی تناظر میں ہمارا خیال ہے کہ باقی دنیا سے تجارتی روابط ہماری خود انحصاری کے تصور کا جزو لاینفک ہوں گے۔

چنانچہ خود انحصاری کا مطلب، دنیا سے الگ تھلگ ہو جانا نہیں ہے۔ آخر ہم اس دنیا کا ایک حصہ ہیں اور ہر سطح پر تعلقات کا ایک سلسلہ قائم رکھیں گے، جس میں دوطرفہ تجارت اور سرمائے کی حرکت بھی شامل ہو گی۔

خود انحصاری کوئی جامد تصوّر بھی نہیں ہے، بلکہ اس میں نمو، افزائش اور حرکت شامل ہیں۔ تاہم یہ بات بہت اہم ہے کہ خود انحصاری ہمارا قومی مقصد قرار پائے۔ اسی طرح خود انحصاری خالصتاً معاشی تصور بھی نہیں ہے۔ یہ دراصل زندگی اور اس کے مسائل کا سامنا کرنے کا مخصوص خوددارانہ اندازِ فکر بھی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ خود انحصاری راتوں رات حاصل نہیں ہو جاتی۔ لیکن ہم ایک ایسی مخصوص تدریج کے عادی ہو چکے ہیں، جس نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا۔ اس کی ایک مثال دیکھیے، پاکستان کا پہلا پنج سالہ منصوبہ (۶۰-۱۹۵۵ء) تشکیل دینے والوں کا دعویٰ تھا کہ ۲۵ برس میں پاکستان اپنی مالی ضروریات خود پورا کرے گا۔ اس پنج سالہ منصوبہ میں "خود پرور

افزائش (self finanicing-sustained growth) کے الفاظ استعمال ہوئے تھے۔
لیکن چالیس سالہ منصوبہ بندی کے بعد ہم کہاں کھڑے ہیں؟ پہلے دن سے بھی زیادہ محتاج، مجبور بلکہ مقہور ہیں -- اس رنگ کی "تدریج" سے تو کام نہیں بنے گا۔ اسی لیے ہم ماضی کی ان بیساکھیوں کو توڑنے اور خود فریبی کے نشے کو چھوڑنے کی ایک انقلابی تجویز دے رہے ہیں۔ اس میں یقیناً خطرات بھی ہیں، لیکن یہ جانے پہچانے خطرات ہیں، اور وقت آ گیا ہے کہ قوم جانتے بوجھتے ان خطرات کا سامنا کرے۔

امت مسلمہ خود انحصاری کو ملی عہد و میثاق کے طور پر لے۔ خود انحصاری سماجی معاشی پالیسی کا بنیادی اصول ٹھہرے اور قومی پس منظر میں انفرادی زندگی کی بنیاد ہو۔ بہتر ہو گا کہ اس مقصد کے لیے "قومی خود انحصاری ایکٹ" کی شکل میں باقاعدہ دستوری اور قانونی بنیاد فراہم ہو، تاکہ پالیسیوں کی تشکیل ایک واضح اور غیر مبہم قانونی سانچے (فریم ورک) کے اندر ہو۔

خود انحصاری کے حصول کے پروگرام کے کئی پہلو اور کئی جہتیں ہوں گی۔ ایک پہلو یہ ہے کہ حکومت غیر ضروری اخراجات کم کرنے اور غیر ترقیاتی اخراجات پر روک لگانے کے پروگرام پر عمل کرے۔ ایک اور قانون کے ذریعے بجٹ کے خسارے اور خسارے کی سرمایہ کاری کی حد مقرر کی جائے۔ خوش آئند سرکاری اعلانات اپنی جگہ، لیکن فنی ماہرین، معیشت دانوں اور عوامی نمائندوں کی بے لاگ تنقید اور گرفت کے باوجود حکومت کو بے محابا اخراجات اور اس کے نتیجے میں خسارے اور خسارے کی سرمایہ کاری سے روکا نہیں جا سکا۔ اس کے لیے قانون سازی کی اہمیت واضح ہے۔

حکومتی ڈھانچے کی دیو قامتی اور ملکی معیشت کے ہر ہر گوشے میں سرکاری دخل اندازی وہ سب سے بڑے عناصر ہیں، جنھوں نے ملک کو اغیار کا دریوزہ گر اور محتاج بنا دیا ہے۔ اس لیے خود انحصاری کی حکمت عملی کا ایک اہم جزیہ ہے کہ حکومتی ڈھانچے کا حجم کم کیا جائے۔ ضرورت ہے کہ سرکاری معاملات درج ذیل امور تک محدود رہیں:

- نظریے اور آزادی کی حفاظت اور قومی دفاع۔
- معاشرے کے کمزور اور غیر مراعات یافتہ طبقات کے حقوق کی نگرانی۔

- ملک میں معاشی تگ و دو کے لیے سازگار سماجی اور انتظامی ماحول کی فراہمی۔
- ایسے اہم عسکری و دفاعی (strategic) معاملات کی دیکھ بھال، جہاں نجی شعبہ بہ وجوہ قومی ضروریات پوری نہ کر سکتا ہو۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے موجودہ ترقیاتی منصوبے یک سر بدلنے پڑیں گے اور اس کے بہت سے حصے نجی شعبے کو منتقل کرنا ہوں گے۔ سرکاری منصوبوں کی بنیادی توجہ تعلیم، صحت عامہ اور سماجی بہبود کے شعبوں پر مرکوز رکھنی ہو گی۔ اختیارات میں ایک طرح کی لامرکزیت (decentralisation) لانی پڑے گی، تاکہ بہت سے فرائض کار، مرکز سے صوبوں اور صوبوں سے مقامی انتظامیہ کو منتقل ہو جائیں۔

ٹیکس کا نظام بھی پوری طرح بدلنا ہو گا، کیونکہ اس کے بغیر وسائل کو صحیح طور پر حرکت میں لانا ممکن نہیں۔ صارفین کے حقوق کی نگہداشت کے لیے پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت "پبلک یوٹیلیٹی کمیشن" کا قیام لازمی ہوگا۔ اس سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں من مانی لوٹ کھسوٹ کو بھی روکا جا سکے گا۔ اسی طرح ایک لمبی مدت کی "ٹیرف پالیسی" کی ضرورت ہو گی اور "ٹیرف کمیشن" کے ادارے کو خود انحصار ترقی کے ضمن میں فیصلہ کن کردار ادا کرنا ہو گا۔

اس حکمت عملی کا سب سے اہم اور بنیادی عنصر یہ ہو گا، کہ معاش و اقتصاد کو سود سے کلیتہً پاک کر کے سرمایہ کاری کو شراکتی بنیاد پر استوار کیا جائے۔ پاکستان جیسے ممالک میں خود انحصاری کی جانب پیش رفت سود کے خاتمے کے بغیر ناممکن ہے۔ لہذا ہماری بنیادی انقلابی تجویز یہ ہے کہ ایک حتمی (cut-off) تاریخ مقرر کر دی جائے، جس کے اختتام پر پہلے قدم کے طور پر اندرونی معیشت میں اور بعد ازاں بیرونی سرکاری معاملات میں سودی کاروبار کی قطعی ممانعت کر دی جائے۔

اس موقع پر اس تفصیل میں جانا ضروری نہیں کہ سودی معاملات کا خاتمہ کیسے ہو اور اندرونی اور بیرونی سطحوں پر اس کی متبادل صورتیں کیا ہو سکتی ہیں؟ اس موضوع پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں ہم چند چوٹی کے ماہرین معاشیات اور بنکاروں کی سوچ مختصراً پیش کر رہے ہیں، جن کا خیال ہے کہ (سود سے پاک) نئی حکمت عملی مستقبل کے لیے بے حد امید

افزا ہے[1]۔

عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) کے سٹاف پیپر میں ڈاکٹر محسن خان لکھتے ہیں:

"یقیناً یہ بات بالکل واضح ہے کہ منصفانہ شراکت داری پر مبنی اسلامی بینکنگ ماڈل اور دوسرے ممالک کے لٹریچر میں موجود، بنک اصلاح کی تجاویز میں حیرت انگیز مماثلت ہے۔ کسی ملک میں طریقِ ادائیگی کے ضمن میں، جو بنک بحران اور خلل نمودار ہوتے ہیں، اسلامی بنکاری نظام، ایسے جھٹکے برداشت کرنے کا زیادہ اہل ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک شراکتی نظام میں، جس میں پہلے سے طے شدہ شرح سود نہیں ہوتی اور نہ بنک امانتوں (deposits) کی ظاہری قدر و قیمت کی ضمانت موجود ہوتی ہے، اثاثوں کی پوزیشن پر اثر انداز ہونے والے جھٹکے اس لیے بہ آسانی برداشت ہو جاتے ہیں کہ بنکوں میں عوام کے امانتی حصص کی قیمتوں میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ اسی لیے بنک کے اثاثوں اور واجبات کی حقیقی قیمت ہمہ وقت ایک ہی رہے گی۔ روایتی بنکاری نظام میں چونکہ امانتوں کی ظاہری قدر طے شدہ ہوتی ہے، اس لیے ان جھٹکوں سے حقیقی اثاثوں اور واجبات میں فرق پڑ جاتا ہے[2]۔"

جرمن معیشت دان پروفیسر ہاوش الباۓ، سمجھتے ہیں کہ اسلامی بنک شراکتی بنکوں کی کلاس سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے لکھا ہے:

ایک صورت یہ ہے کہ اسلامی بنک ان سرمایہ کاروں کو نفع و نقصان کی بنیاد پر اپنا سرمایہ مہیا کرتے ہیں، جن کا اپنا اثاثہ ان کی ہنرمندی اور محنت ہوتی ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ متناسب نفع و نقصان کی بنیاد پر یہ اپنا حصہ ایسے عملی منصوبوں میں ڈالتے ہیں، جو بڑا حصہ دار (shareholder) ہوتا ہے۔ یہ طریقے ایسے ترقی پذیر ممالک کی شراکتی سرمائے کی ضرورت پورا کرنے کے لیے انتہائی موزوں ہو سکتے ہیں، جہاں کاروباری خطرات بالخصوص زیادہ ہوں۔ مزید یہ کہ ایسے صنعتی ممالک کے

---

1. M. Umer Chapra, "*Towards a Just Monetary System*" Leicester, The Islamic Foundation, 1985; Khurshid Ahmad, ed "*Elimination of Riba From the Economy*" Institute of Policy Studies, Islamabad, 1994.
2. Mohsin Khan "*Islamic Interest-Free Banking*" Staff Paper, Vol 33, No. 1, March 1986, p. 19.

لیے بھی یہ منصوبے بہت سود مند ہوسکتے ہیں جہاں نئے پر خطر صنعتی طور طریقے یا پراجیکٹ زیرِ عمل ہوں، اور جہاں نفع و نقصان کی بنیاد پر شراکتی سرمایے کی ضرورت ہو[3]۔

سود سے پاک بنکاری نظام کے حوالے سے OECD کے پروفیسر ٹراٹ وہلرز شارف کی رائے ہے:

اسلامی بنکاری نظم ایک طرف مالیات اور دوسری طرف صنعت اور تجارت کے درمیان تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو اسلامی معاشی نظام قائم کیا جا رہا ہے، یہ نیا تعلق اس کی بنیاد ہے۔ اگرچہ بین الاقوامی مالیاتی ماحول کے مقابلے اور چپقلش میں اسلامی اصولوں کا پرکھا جانا ابھی باقی ہے، البتہ دونوں طریقوں میں یہ یکسانیت ہے کہ دونوں ہی مالیاتی مصالحت اور معاشی اثاثوں کی پیداکاری میں قریبی ربط و تعلق کے لیے کوشاں ہیں۔ اسلامی بنک اقتصادی افزائش اور ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بالخصوص ایسی صورتِ حال میں جب کساد بازاری (recession) ہو، طلب اور روزگار میں اضافے کے بغیر افراطِ زر ہو اور نمو کی شرح گر جائے، کیونکہ ان کا محور عمل پیداوار پر مبنی ہے۔ شمال ہو یا جنوب، سبھی ممالک کو شراکتی (venture) سرمائے کی ضرورت ہے۔ صنعتی ممالک سے قرض پر سرمایہ تو میسر ہے، لیکن اس کی شرح سود زیادہ ہے۔ البتہ درمیانے درجے کے کاروباری منتظمین کو بھی کاروبار میں وسعت لانے یا اختراعی (innovative) طریقے اپنانے کے لیے خطر انگیز (risk -taking) سرمایہ بہ مشکل ہی میسر آتا ہے۔ اس صورتِ حال نے شمال میں معاشی ترقی اور پیداواریت پر روک لگا دی ہے۔ لہٰذا اسلامی بنکوں اور دنیا بھر کے کاروباری اداروں کے درمیان عملی اور فوری تعاون کا امکان موجود ہے، جس کے لیے ایک درمیانی مرحلہ مکمل طور پر تشکیل دینا ابھی باقی ہے[4]۔

---

3. Seminar proceedings of the Baden, London, Topic "*Islamic Banking*".
4. Traute Wohlers - Scharf "*Arab and Islamic Banks*", OECD, Paris, 1983.

مسلم اقتصادی یونین: چند تصورات

ہم نے خود انحصاری پر مبنی جس ترقیاتی حکمتِ عملی کے حق میں دلائل دیے اسے محدود قومی تناظر سے اٹھا کر مسلم دنیا کے وسیع تر تعاون اور ارتباط کی طرف لانا ہوگا۔ چنانچہ ہم اس سوال کا مختصر جائزہ لیتے ہیں کہ کیا مسلم دنیا ایک اقتصادی بلاک کے طور پر وجود میں آ سکتی ہے؟ میرا بے ساختہ اور پر زور جواب یہ ہے کہ "ہاں یہ ممکن بھی ہے، اور یہ لازمی بھی ہے"۔

آج اقوامِ متحدہ کے ایک تہائی ممبر، مسلمان ممالک ہیں۔ وسط ۱۹۹۲ء کے لیے میسر اعداد کے مطابق قریباً ۵۶ آزاد مسلمان ممالک کی آبادی اندازاً ارب ۸۰ کروڑ (۱۰۸۰ ملین) تھی، اور یہ آبادی زمین کی ۲۰ فیصد خشکی پر بحر اوقیانوس سے بحرالکاہل تک پھیلی ہوئی ہے۔ یورپی مسلمان ممالک کو چھوڑ کر شمالی افریقہ سے انڈونیشیا تک کی اس مسلم آبادی کے تین بڑے بلاک ہیں۔ اس کا بڑا حصہ ایشیا اور افریقہ کے قلب میں مرتکز ہے، جب کہ ایک گروپ جنوب اور جنوب مشرقی ایشیا میں ہے۔ لسانی اور نسلی اختلاف اور معاشی تفاوت کے باوجود مسلم دنیا کا ہم رنگ یونٹ ہے۔ جس کی خصوصیت ایک عقیدہ اور ایک ثقافت ہے، اور جس کی جڑیں اسلامی روایات میں پیوست ہیں۔ روڈنی ولسن کی ایک تازہ رپورٹ، جو "اسلامی بزنس: تصوّر اور عمل" پر اکانومسٹ انٹیلیجنس یونٹ کی خصوصی رپورٹ کے طور پر شائع ہوئی، تصدیق کرتی ہے: "دنیا بھر میں جو بہت سی مغربی کمپنیاں کاروبار کر رہی ہیں، اس بات کو زیادہ معقول پائیں گی کہ وہ مسلم دنیا کو شرق اوسط، شمالی افریقہ، جنوب اور جنوب مشرقی ایشیا کے بجائے ایک اکائی کے طور پر دیکھیں"۔

مسلم دنیا کی ایک اور اہمیت ایشیا اور یورپ کے درمیان اہم دفاعی جغرافیائی پوزیشن

کے سبب بھی ہے۔ ماضی قریب کی سپر طاقت سوویت یونین کے بکھر جانے کے باوجود مسلمان دنیا ایک طرف رشین فیڈریشن اور مغربی یورپ کے درمیان اور دوسری طرف بحراوقیانوس اور بحیرہ روم کے درمیان ایک وسیع جغرافیائی اقتصادی بلاک ہے۔ بحیرہ روم کا شمالی دروازہ ترکی کے ہاتھ میں ہے جو باسفورس اور دانیال (جیسی آبی گزر گاہوں) کا مالک ہے، جبکہ مشرقی دروازہ نہر سویز اور پورٹ سعید کے حوالے سے مصر کے قبضے میں ہے۔ بحیرۂ روم تو تقریباً ۶۰ فیصد مسلم جھیل ہے، جبکہ خلیج پر ۱۰۰ فیصد مسلمانوں کا کنٹرول ہے۔ یہی حال بحیرۂ قلزم کا ہے، جبکہ اوقیانوس اور بحرالکاہل میں مسلمانوں کی اہم "بیرونی چوکیاں (out posts) ہیں۔

عالم اسلام قدرتی اور انسانی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے۔ دنیا بھر کی تقریباً ۶۰ فیصد تیل کی دولت مسلمان ممالک میں ہے۔ مسلم جغرافیائی قطعات میں لوہے، فاسفیٹ، تانبے، مینگنیز، ٹن اور ربڑ کے وسیع ذخائر ہیں اور یہ علاقہ زرعی اجناس اور مویشیوں کی دولت سے مالامال ہے۔

[اقتصادی حوالے سے] مسلمان ملکوں کو تین بڑے گروپوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- پہلا گروپ تیل پیدا کرنے والے امیر ممالک کا ہے۔
- دوسرے گروپ میں کثیر آبادی والے وہ ممالک شامل ہیں، جو صنعتی طور پر کافی ترقی یافتہ ہیں اور جن کے پاس وہ طبعی اور افرادی ہیکل اساسی موجود ہے جو اقتصادی اور سماجی پیش رفت کے لیے لازمی ہے۔
- تیسرے گروپ میں وہ باقی ممالک ہیں جو اگرچہ صنعت کاری کے حوالے سے اتنے ترقی یافتہ نہیں ہیں، تاہم وہاں بھی افزائش اور ترقی کے بہت زیادہ امکانات موجود ہیں۔ ایک درجن کے قریب مسلمان ممالک صنعتی طور پر کافی ترقی یافتہ بھی ہیں اور ٹیکنالوجی کی منتقلی میں مدد بھی دے سکتے ہیں۔ اس گروپ میں بہ طور خاص ترکی، پاکستان، ایران، قازقستان، مصر، الجزائر، انڈونیشیا، ملائیشیا اور بنگلہ دیش بہت اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

اگرچہ مسلمان ممالک کی باہمی تجارت کچھ زیادہ نہیں ہے، تاہم گزشتہ دو دہائیوں کے دوران ان کے درمیان سرمائے اور ہنر مند افراد کے تبادلے میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔ سرمائے اور افرادی قوت کی منتقلی نے اقتصادی تعاون اور ربط و تعلق کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ تاریخی طور پر ان کے درمیان بڑے پیمانے پر تجارتی لین دین کی بڑی پختہ روایات موجود ہیں۔

اس دوران میں اہم ادارے وجود میں آئے ہیں جو مسلمان ممالک میں زیادہ بڑے پیمانے پر تعاون کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ ان میں سے مصر، شام، اردن، اور عراق کے درمیان "عرب مشترکہ منڈی" (عرب کامن مارکیٹ) کا قیام، سعودی عرب، کویت، قطر، بحرین اور متحدہ عرب امارات کے درمیان "خلیج تعاون کونسل" (گلف کوآپریشن کونسل)، ترکی ایران اور پاکستان کے درمیان "اقتصادی تنظیم برائے تعاون" (اکنامک کوآپریشن آرگنائزیشن) کا قیام جس میں وسط ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستیں بھی شامل ہیں، "بین الاقوامی اسلامی چیمبرز آف کامرس"، "اسلامی ترقیاتی بنک جدہ"، عرب چیمبرز آف کامرس کی یونین، "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" اور اس کا "اقتصادی، شماریاتی، سماجی تحقیق اور تربیت کا ادارہ (انقرہ)"، قابلِ ذکر ہیں۔ نیز مسلمان ممالک میں غیر سودی کاروبار کرنے والے ۶۰ سے زیادہ بنک ہیں جبکہ دنیا بھر میں ان کی ۲۰۰ سے زیادہ شاخیں کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح کئی مسلمان ممالک کے درمیان شراکتی کاروبار کے کئی پراجیکٹ زیرِ عمل ہیں۔ یہ سب ادارے مسلم ممالک کے ایک ابھرتے ہوئے اقتصادی بلاک کی منزل کے اہم نشانات ہیں۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں تیل کی قیمتوں کے سلسلے میں جو انقلاب آیا، اس کے نتیجے میں کئی مسلمان ممالک، مالی طور پر انتہائی مستحکم شکل میں سامنے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کا اقتصادی توازن مسلمان ممالک کے حق میں چلا گیا ہے۔ ان مسلمان ممالک کے پاس دولت اور کثیر سرمایہ کی کمی نہیں ہے۔ اس تناظر میں ہمیں دو بنیادی سوالوں کو جانچنا ہے:

- کیا مسلمان آپس میں زیادہ اقتصادی ربط و تعاون اور ایک بلاک کی شکل اختیار کرنے کے لیے کام کریں؟
- اقتصادی مقاصد اور سیاسی حالات کے پیشِ نظر کیا مسلمان ممالک کے لیے اقتصادی

بلاک کی تشکیل ممکن ہے؟

جہاں تک ان امنگوں کی تعبیر اور اس کے سود مند ہونے کا معاملہ ہے تو کم از کم تین وجوہ کی بنا پر ایک اقتصادی بلاک کی تشکیل ضروری ہے:

۱- دینی، اخلاقی اور نظریاتی حوالوں سے مسلمان ایک امت ہیں۔ ان کے عقیدے اور تاریخ کا تقاضا ہے کہ سیاسی طور پر آزاد اور خود مختار مسلمان ممالک دست تعاون بڑھائیں اور ایک بلاک کی شکل اختیار کریں، جو آگے چل کر پوری مسلم اُمت کو خود انحصار ترقی میں مدد دے۔

۲- عسکری و دفاعی (اسٹرٹیجک) وجوہ کی بنا پر ضروری ہے کہ مسلمان دنیا، مغرب اور اُن غیر اسلامی ممالک پر انحصار کم کرے، جن میں سے بیشتر، مسلم دنیا اور تیسری دنیا کی زبوں حالی کے ذمہ دار ہیں۔ جو آج کے عالمی معاشی نظام، پر گرفت بھی رکھتے ہیں اور اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے اسے جوڑتے توڑتے بھی رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس انداز سے ہوتا ہے کہ مسلمان ممالک اور دیگر ترقی پذیر ممالک کے مفادات پامال ہوتے رہتے ہیں۔ مغربی استعمار کا سیاسی، اقتصادی اور فوجی غلبہ ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایک متبادل بلاک وجود میں آئے۔ تیسری دنیا اپنے بہت سے اقتصادی، جغرافیائی اور سیاسی وجوہ کی بنا پر ایسا بلاک نہیں بنا سکتی۔ لیکن مسلمان ممالک کے درمیان جغرافیائی قرب اور ثقافتی اور اقتصادی ہم آہنگی ہے۔ لٰہذا سامراجی "عالمی اقتصادی نظام" سے گلو خلاصی اور مسلم دنیا کی بھرپور ترقی کے لیے حالات کو زیادہ ساز گار بنانے کا یہی راستہ ہے۔ یہ مقصد مسلمان ممالک انفرادی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتے، خواہ وہ اس کے لیے کتنی ہی اضافی قوت بہم پہنچا دیں۔ تیل فروخت کرنے والے ممالک کی تنظیم OPEC کے اثرات کو جس طرح کم کر دیا گیا ہے، وہ اس کا بین ثبوت ہے۔ اقتصادی استعماریت کے خاتمے کی ایک ہی صورت ہے کہ مسلم دنیا کا آپس میں اقتصادی ربط مضبوط ہو۔

۳- تیسری دنیا کا مستقبل، مسلمان ممالک کے مستقبل سے وابستہ ہے۔ جب تک مسلمان دنیا مربوط بلاک کی منزل نہیں پا لیتی، تیسری دنیا کی اذیت ختم نہیں ہو گی۔ یہی بلاک

تیسری دنیا کے ان ممالک کے لیے مثال بنے گا، جو خود بھی ایک بلاک بنانے کے قابل ہیں۔ تاکہ مغرب کے زیر تسلط استحصالی "عالمی اقتصادی نظام" سے چھٹکارا پا سکیں۔ مسلم بلاک، ایک مقابل قوت ثابت ہو گا، جو تیسری دنیا کو نوآبادیاتی آکاس بیل سے حقیقی نجات پانے میں مدد دے گا۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہو گا کہ مسلمان ممالک ایک بلاک کی شکل میں ابھر کر سامنے آئیں۔

درج بالا وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی اقتصادی بلاک کی تشکیل انتہائی ضروری اور سود مند ثابت ہو گی۔

رہا دوسرا سوال کہ اس مقصد کے حصول کے امکانات کیا ہیں؟ تو اس کا جواب درج ذیل وجوہ کی بنا پر اثبات میں ہے:

۱۔ مسلمان ممالک عظیم جغرافیائی علاقائی وحدتوں میں جڑے ہوئے ہیں، جو آپس میں ثقافتی طور پر ہم آہنگ بھی ہیں۔

۲۔ ہوائی، سمندری اور خشکی پر موجود رسل و رسائل کے وسیع سلسلے ہیں جو مسلم دنیا کے باہمی ربط و تعاون کے لیے مؤثر مواصلاتی ڈھانچہ مہیا کرتے ہیں۔

۳۔ مختلف مسلمان ممالک میں موجود بے پناہ وسائل اس بات کی ضمانت ہیں کہ کسی حد تک اقتصادی مسابقت کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی مشکلات کا مداوا بھی کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ کئی مالیاتی ادارے (اسلامی اور غیر نظریاتی، دونوں بنیادوں پر) بھی موجود ہیں اور مالی وسائل بھی میسر ہیں۔ ان سے وہ مالیاتی نظام تشکیل پا سکتا ہے، جس سے ترقی کا حصول ممکن ہو گا۔

۵۔ مسلم دنیا کے مختلف حصوں میں اعلیٰ تربیت یافتہ، پیشہ ور اور ہنر مند افرادی قوت کی موجودگی نیز مغربی ممالک میں قیام پذیر ایک عظیم ہنر مند مسلم افرادی قوت ملت اسلامیہ کا بہت بڑا اثاثہ ہے۔ ماضی میں مسلم ممالک، مغرب کی طرف فرار ذہانت (brain drain) کے باعث قحط الرجال کا شکار رہے ہیں۔ اب مغرب سے مسلمان ممالک کی طرف ان ذہین اور ہنر مند افراد کی واپسی بہت بڑی قوت کا باعث ہو گی۔

۶۔ مسلمان ممالک میں موجود مختلف صنعتی مدارج کا حاصل یہ ہے کہ آپس میں ٹیکنالوجی کی منتقلی اور تجربات سے استفادہ ممکن ہے۔

۷۔ بدرجۂ آخر گزشتہ تین دہائیوں میں جو مختلف طرح کے مالیاتی، اقتصادی اور سیاسی ادارے وجود میں آئے ہیں، انھوں نے مسلم دنیا کے اقتصادی بلاک کا راستہ صاف کر دیا ہے۔ اس راہ کی بڑی رکاوٹیں اور مشکلات کیا ہیں؟ ان کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے خیال میں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ موثر سیاسی خواہش، خودداری پر مبنی فیصلہ سازی کی تڑپ اور نظریاتی سطح پر کمٹ منٹ کی عدم موجودگی۔

۲۔ مسلمان ممالک کو منتشر رکھنے کے لیے مغربی ممالک کی ریشہ دوانیاں اور ان سازشوں کو تقویت بہم پہنچانے کے لیے مسلم ممالک کی مراعات یافتہ اقلیت کا منفی رویہ۔

۳۔ عسکری و دفاعی رسد (strategic supplies) اور صنعتی ترقی کے لیے مسلمان ممالک کا دنیا کے صنعتی ممالک پر انحصار۔

۴۔ عسکری و دفاعی (اسٹرٹیجک) منصوبہ بندی کے لیے اداروں کا فقدان اور مسلم دنیا کے باہمی اقتصادی پروگرام پر عمل در آمد کرانے والی ضروری مشینری کی عدم موجودگی۔

مسلمانوں کو اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC) فیصل فاؤنڈیشن یا ایسی ہی بین الاقوامی مسلم تنظیموں کے تحت اپنا مرکز فکر و دانش (think tink) تشکیل دینا ہوگا، جو "مسلم اقتصادی یونین" کے تصور کو آگے بڑھانے کے لیے باقاعدہ منظم انداز میں کام کرے اور یہ سوچے کہ مختلف رکاوٹیں کیسے دور کی جا سکتی ہیں؟ اس مقصد کے لیے خود اپنے ملکوں کے اندر سیاسی فضا سازگار بنانے کی بھی ضرورت ہے۔

اس سمت میں پیش قدمی کے لیے درج ذیل نئے ادارے بھی تشکیل دینے ہوں گے:

۱۔ مسلم دنیا میں زراعت اور مویشیوں کی صنعت کی ترقی کے لیے ایک یا کئی کثیر قومی مسلم کارپوریشنوں یا اتحاریٹیز کا قیام۔

۲۔ ایک یا کئی بین الاقوامی مسلم کمپنیوں کا قیام، جن کا اولین مقصد مسلم دنیا میں اقتصادی وسائل کی ترقی ہو۔ یہ کمپنیاں خاص طور پر خوراک، حلال چرند و پرند کی افزائش، ماہی

پروری، قدرتی وسائل کی ترقی، اشیائے صرف کی صنعتوں، بھاری صنعتوں اور دفاعی صنعت پر توجہ مرکوز رکھیں۔ فی الحقیقت ان سب دائروں میں کام کے لیے کئی کارپوریشنیں تشکیل دی جاسکتی ہیں۔

۳- ایک مسلم بین المملکتی سرمایہ کاری منڈی (capital market) کا قیام۔

۴- مسلم ممالک کی مروجہ کرنسیوں کو ڈالر، پاؤنڈ اور ایس ڈی آر کے حلقۂ اثر سے نکال کر ایک مشترکہ اسلامی دینار کی ترویج۔ مزید یہ کہ بدلتے ہوئے شرح مبادلہ اور بین الاقوامی مالیاتی عدم استحکام کے جو بُرے اثرات پڑتے ہیں، ان کے ازالے کے لیے ضروری اقدامات۔

۵- جہازرانی، ہوائی کارگو اور ٹینکر سروس کے لیے مشترکہ کمپنیوں اور دوسری ٹرانسپورٹ صنعتوں اور ایجنسیوں کا قیام۔

۶- بنکاری اور انشورنس کے لیے مشترکہ منصوبوں کی ترقی۔

۷- مسلم دنیا کے لیے ایک ٹیکنالوجی بینک اور کئی ٹیکنیکل یونیورسٹیوں یا اداروں کا قیام، تاکہ مستقبل کے لیے مناسب ہنرمند اور پیشہ ور افرادی قوت میسر آتی رہے۔

۸- مسلم دنیا میں دوطرفہ یا کثیر جہتی تجارتی روابط کی تشکیل اور ترجیحی ٹیرف کے اصول پر مبنی ایک یا زیادہ کسٹم یونینوں کا قیام۔

۹- مسلمان ممالک کے درمیان لین دین کے قانونی اور کاروباری معاہدے، تاکہ دوہرے ٹیکسوں اور اقتصادی تعاون کی دیگر رکاوٹوں کا ازالہ ہو۔

۱۰- مسلمان حکومتوں اور نجی اداروں کی سطح پر مشترکہ کاروباری منصوبوں پر عمل۔

۱۱- اسلامی ترقیاتی بنک کے معاون و مددگار کے طور پر ایک "مسلم ترقیاتی فنڈ" (MDF) کا قیام، جو مسلم مملکتوں اور عوام کی مدد سے زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اور امدادی رقوم کو روبہ حرکت لائے اور اس کے ذریعہ غریب ترین مسلم ممالک میں نچلی سطح پر اقتصادی خوشحالی لانے اور غربت کے خاتمے کے پروگرام پر عمل کرے۔

۱۲- یونیورسٹیوں، تحقیقاتی، فنی اور دیگر پیشہ وارانہ تعلیمی اداروں کے درمیان بڑے پیمانے پر تعاون اور تعامل (coordination) کی روایت کو بڑھانے اور مضبوط بنانے کے

اقدامات، تاکہ مسلم ممالک کے تعلیمی اور تحقیقی پروگراموں میں ربط و ضبط بڑھے اور بیشتر مسلم طلبہ اور محققین، مسلم دنیا کے اندر ہی برسرِ کار رہ سکیں۔

خلاصۂ کلام

دنیا بھر کے مسلمان، مغربی ترقیاتی ماڈل سے مایوس اور بے زار ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ماڈل، غیر اخلاقی مادی افزائشی فلسفہ پر مبنی ہے اور اس کی گہری جڑیں مغربی ثقافتی افکار و نظریات میں پیوست ہیں۔ اس ماڈل کی حکمت عملی سراسر مادی ہے، جو مسلم طرزِ حیات اور تاریخی روایات کے لیے قطعی طور پر اجنبی ہے۔ جب تک مادی ترقی اور روحانی اقدار کو باہم مربوط نہیں کیا جاتا اور اقتصادی اور سماجی طور طریقے اس انداز سے بدلے نہیں جاتے کہ غیر مشروط عدل اور غیر متعصبانہ رویوں کی ضمانت مل سکے، اس ماڈل کے لیے مسلم ذہن کے فاصلے برقرار رہیں گے اور اجنبیت ختم نہیں ہوسکے گی۔

مغرب کا ترقیاتی ماڈل اپنے اطوار اور اپنی اقدار کو سوچ سمجھ کر دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرتا ہے، جنہیں "جدیدیت" (modernism) کے لوازم کے طور پر برحق سمجھا جاتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ماڈل اسلامی عقیدہ، اسلامی تہذیب اور امت مسلمہ کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔ کیونکہ اس کے محرکات، سماجی ادارے، تعلقات و روابط اور مالی لین دین کے پیمانے قطعی طور پر مختلف ہیں۔ چنانچہ مغرب کی اس ہمہ گیر یلغار کے خلاف جو کہ ثقافتی استعمار کا ایک ہتھیار ہے، مسلم دنیا میں کبھی بھی مزاحمت ختم نہیں ہو گی ان شاء اللہ، کیونکہ زندہ اور جان دار اسلامی تہذیب شکست تسلیم نہیں کرسکتی۔

یقیناً مادی ترقی کے لیے مغربی یا نیم مغربی ماڈلوں نے مسلم معاشروں میں پیش رفت کی جو جولانیاں دکھائی ہیں، اس کے اثرات مسلم معاشروں کی کئی طبقوں کی تقسیم سے واضح ہیں۔ جہاں اب جدید کے مقابل روایتی، آزاد خیالوں کے مقابل قدامت پسند، شہریوں کے مقابل دیہاتی اور امیر کے مقابل غریب وغیرہ جیسی تفریق موجود ہے۔ اور یہ سب کچھ

مسلمان معاشروں میں موجود مراعات یافتہ مغرب زدہ اقلیت اور مغرب کی باہمی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ ہے۔ مسلم علاقوں میں عمومی محرومی اور غربت ہے۔ نتیجتہً عظیم مسلم اکثریت کی طرف سے نفرت اور بے زاری، سماجی ثنویت (dualism) اور روز افزوں تناؤ اور تصادم کی بھٹی سلگ رہی ہے۔ بہر کیف یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک مثبت تبدیلی کا عمل شروع ہو چکا ہے، اس تناظر میں عمومی طلب اور خواہش کا آئینہ دار آخری فیصلہ اب زیادہ دور نہیں۔ ان شاء اللہ۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ مغربی تہذیب اور اس کے سرمایہ دارانہ چلن کو خود داخلی طور پر بھی چیلنجوں کا سامنا ہے، اور ایک طرح کا ثقافتی ردِ عمل شروع ہو چکا ہے، نیز اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ کمیونزم کے ۷۰ سالہ تجربے کا انجام تباہی کی صورت میں سامنے آیا، ایک عالمی طلب اور تڑپ سامنے آ رہی ہے کہ ترقی کی ایک نئی اسٹریٹجی اور حکمت عملی آزمائی جائے، جو مادّی خوشحالی اور روحانی قدروں کا ایک عادلانہ امتزاج ہو، اور اقتصادی اور سماجی نظم میں ربط اور اتحاد کی آئینہ دار ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ دنیا کا مستقبل یقینی طور پر اسلام پر منحصر ہے۔ یہ جائزہ مسلمانوں کے لیے باعثِ فخر بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بہت بڑا چیلنج بھی ہے۔ اس کا زیادہ تر انحصار اب اس بات پر ہے کہ اُمت مسلمہ اس چیلنج کو کس انداز اور حوصلے سے قبول کرتی ہے؟ اس چیلنج کا مطالبہ تو یہ ہے کہ مسلم امت آگے بڑھ کر زمین پر اللہ کی نیابت (Vicegerency) کا فرض ہاتھ میں لے اور اُمت وسط کے طور پر انسانیت کو وہ عادلانہ نظام فراہم کرے، جس کا نتیجہ سارے انسانوں کے لیے سراسر خیر و برکت ہو۔

مسلم دنیا کے لیے نظریاتی اور عسکری و دفاعی دونوں وجوہ سے یہ لازمی ہے کہ اُس مغرب اور غیر مسلم دنیا پر انحصار کم کرے، جس کے ہاتھ میں موجودہ عالمی اقتصادی نظام کی باگ ڈور ہے۔ جو اس نظام کو من پسندانہ انداز میں توڑ مروڑ کر مسلمانوں اور تیسری دنیا کے عوام کے مفادات کے خلاف استعمال کرتی رہتی ہے۔ مغربی غلبہ و استیلا کو ختم کرنے کے لیے ایک متبادل اقتصادی بلاک وجود میں لانا ضروری ہے۔

مسلم خطۂ ارض میں جو ثقافتی یک جہتی اور جغرافیائی اور اقتصادی تعاون کے عوامل موجود ہیں، وہ ایسے ایک بلاک کی تشکیل کا بہترین موقع فراہم کر رہے ہیں۔ اگر اقتصادی نو

آبادیاتی تسلط کا خاتمہ مطلوب ہے تو یہ اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ مسلم دنیا کو ایک بلاک کی صورت میں مربوط کر دیا جائے۔ کیونکہ انفرادی کوششوں کے نتیجے میں کوئی ایک یا چند ممالک عالمی سطح پر کوئی اثر ڈالنے کے بجائے خود ہی یکہ و تنہا بن کر رہ جائیں گے۔

ضمیمہ

مسلم ممالک کا اقتصادی و سماجی جائزہ (شماریاتی)

مسلم دنیا کے ۵۶ ممالک کے اقتصادی اور سماجی حالات کا ایک شماریاتی جائزہ ۱۱ جدولوں کی صورت میں دیا جارہا ہے، جغرافیائی ترتیب اور یکسانیت کو پیش نظر رکھ کر، مسلم دنیا کے چار بڑے قطعات (زون) بنائے گئے ہیں تاکہ رابطے اور تعاون کی کڑیوں کو سمجھنے میں آسانی ہو: زون نمبر ایک میں افریقہ کے مسلمان ممالک شامل ہے۔ زون نمبر دو ایشیا (۱) پر مشتمل ہے، جس میں پاکستان، وسطی ایشیا کے مسلم ممالک اور مشرق وسطیٰ شامل ہیں۔ اسی طرح زون نمبر تین کو ایشیا (۲) کا نام دیا گیا ہے، جس میں جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان ممالک آتے ہیں۔ زون نمبر چار میں یورپ کے مسلم ممالک، البانیہ، بوسنیا اور مقدونیہ شامل ہیں۔ یورپی مسلم ممالک اور وسطی ایشیا کے نو آزاد مسلم ممالک کے متعلق بیشتر کوائف دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ایک تشنگی ضرور محسوس ہو گی۔ اس شماریاتی جائزہ میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ جائزہ میں شامل ممالک کے بارے میں کسی خاص شعبہ سے متعلق معلومات ایک ہی سال کے ہوں، لیکن جہاں ایسا ممکن نہ تھا قوسین میں متبادل (سال) درج کر دیا گیا ہے یا حواشی میں حوالہ دے دیا گیا ہے۔ اس شماریاتی جائزے کی تیاری میں درج ذیل ماخذ سے استفادہ کیا گیا:

۱۔ ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ ۱۹۹۴ء

۲۔ او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ، ۱۹۹۱ء (ترکی)

۳۔ دی ملٹری بیلنس ۱۹۹۴ء - ۹۵ء (انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسٹرٹیجک اسٹڈیز)

۴۔ دی ورلڈ بنک اٹلس ۱۹۹۴ء

ذیل میں ہر جدول سے متعلق اہم نکات کا خلاصہ دیا جا رہا ہے۔

جدول ۱- آبادی

وسط ۱۹۹۲ء میں افریقی مسلمان ممالک کی آبادی ۳۵۳ ملین، ایشیا - I کی ۴۰۰ ملین، ایشیا - II کی ۳۱۸ ملین اور یورپی ممالک کی نو ملین تھی۔ آخری زون کو چھوڑ کر مسلم دنیا تین ایسے جغرافیائی خطوں میں بٹی ہوئی ہے جہاں رقبے کے فرق سے قطع نظر قریب قریب برابر کی آبادی موجود ہے۔

یورپی اور نو آزاد وسط ایشیائی ممالک کے علاوہ باقی ہر ملک میں شرح افزائش بیشتر ۲۰۰ فی صد سے زیادہ بلکہ اوسطاً ۳۰۰ فی صد کے قریب ہے۔ استثنائی صورتوں میں ۵۰۰ اور ۶۰۰ فی صد بھی ہے لیکن آبادی کے لحاظ سے ان چند چھوٹے ممالک کی یہ اونچی شرح کل مسلم آبادی کو زیادہ متاثر نہیں کر سکتی۔

دنیا کی آبادی وسط ۱۹۹۲ء میں تقریباً ساڑھے پانچ ارب تھی جس میں ۲۰ فی صد مسلمان تھے۔ واضح رہے کہ مسلم ممالک میں موجود غیر مسلم اقلیتیں اور باقی دنیا میں پھیلی ہوئی مسلمان اقلیتیں اس میں شامل نہیں ہیں۔ اضافے کی شرح زیادہ ہونے کی وجہ سے افرادی قوت کا یہ توازن ہر سال مسلمان ممالک کے حق میں ہوتا جا رہا ہے۔

سوائے چند چھوٹے ممالک (کوموروز، بحرین، مالدیپ) کے جہاں کثافت آبادی زیادہ ہے اور بہ استثنائے بنگلہ دیش جہاں یہ کثافت ۱۹۹۲ء میں ۸۰۵ تھی، باقی سبھی ممالک میں رقبوں کی وسعت کی بنا پر آبادی کی کثافت مناسب بلکہ موزوں حد تک کم ہے۔ گویا مسلمان ممالک میں اقتصادی ترقی اور افزائش کے بے پناہ امکانات موجود ہیں۔ البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلم دنیا میں بین الملکتی سطح پر اور ان ممالک میں اندرونی سطح پر بھی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے، آبادی کی آزادانہ نقل و حرکت کو ہر ممکن حد تک آسان بنا دیا جائے۔

آبادی کی موجودہ کیفیت اور شرح اضافہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی وسائل کی ترقی

اور سماجی شعبہ میں تعلیم اور صحت و صفائی کی سہولتوں کی فراہمی کے لیے بہت زیادہ کوششیں کرنا پڑیں گی۔

متوقع عمروں کے حوالے سے سوائے چند ممالک کے باقی ہر جگہ صورت حال حوصلہ افزا نہیں جو صحت عامہ سے متعلق ہیکل اساسی کی کمی اور حکومتوں کی غفلت شعاری کا واضح اشارہ ہے۔

جدول ۲ - معیشت

کل قومی پیداوار میں صنعت کے مقابلے میں زراعت کا حصہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان ممالک کی معیشت کا زیادہ تر انحصار اب بھی زراعت پر ہے۔ قابل ذکر استثنا ترکی ہے جہاں کافی بڑے قابل کاشت رقبے اور ترقی یافتہ مشینی زراعت کے باوجود صنعتی شعبہ نے مناسب ترقی کی ہے۔

کل ملکی پیداوار میں سالانہ اضافہ کی شرح ۲۶ ممالک میں سے ۱۴ میں ۳۰۰ فی صد یا اس سے زیادہ (بیشتر ۶۰۰ فی صد سے نیچے) اور باقیوں میں کم ہے۔ اوسط اضافہ قریباً اتنا ہی بنتا ہے جتنا آبادی میں اضافہ کی اوسط شرح ہے۔ شعبہ جاتی نمو کے حوالے سے زراعت کی شرح نمو کل قومی پیداوار میں نسبتاً زیادہ ہے لیکن خود کفالت کے نقطۂ نظر سے مایوس کن ہے۔ فی کس آمدنی کی کیفیت یہ ہے کہ ۳۹ ممالک میں سے (جن کے کوائف میسر ہیں)، دس ممالک غریب ہیں یعنی ان کی فی کس آمدنی ۴۰۰ ڈالر سے کم ہے۔ ۴۰۰ ڈالر سے ۱۰۰۰ ڈالر آمدنی والے نچلی متوسط سطح کے ممالک گیارہ ہیں۔ آٹھ ممالک میں آمدنی ۱۰۰۰ تا ۲۰۰۰ ڈالر فی کس تک ہے اور یوں وہ اونچے متوسط سطح کے شمار ہوتے ہیں۔ ۲۰۰۰ ڈالر فی کس سے اوپر آمدنی والے امیر ممالک کی تعداد دس ہے۔ اس طرح چار سطحات میں اسلامی ممالک کی تقسیم قریباً برابر ہے۔

جدول ۳ - زراعت

اگرچہ اسلامی ممالک کی معیشتوں کا زیادہ انحصار زراعت پر ہے لیکن محض چند ممالک

میں ہی یہ شعبہ کچھ ترقی یافتہ ہے۔ کل رقبہ اور زیر کاشت رقبہ دیکھیں تو مسلمان ممالک ساری دنیا کو خوراک اور دیگر زرعی اشیا مہیا کر سکتے ہیں لیکن زرعی تجارت کا ۱۳ بلین ڈالر کے قریب سالانہ خسارہ بتا رہا ہے کہ مسلمان ممالک میں زراعت پر مناسب توجہ نہیں دی جا رہی۔ خوراک میں خود کفالت بہت اہم مسئلہ ہے لیکن ۱۹۷۹ء - ۸۱ء کے مقابلے میں گزشتہ چودہ پندرہ برس کی کارکردگی دیکھیں تو کل ۲۱ ممالک میں سے ۱۱ ممالک میں حقیقتاً کمی ہوئی۔ چار ممالک قریب قریب وہی سطح برقرار رکھ سکے اور محض چھ میں کچھ اضافہ ہو۔ اس طرح مجموعی طور پر مسلمان ممالک کا خوراک کے لیے انحصار باقی دنیا پر بڑھتا گیا۔ جنگلات کے حوالہ سے بھی افریقہ میں کیمیرون، گابون، گنی اور سوڈان اور ایشیا میں ملائشیا، انڈونیشیا، ایران اور ترکی کے علاوہ باقی قریب قریب سبھی ممالک کافی پیچھے ہیں حالانکہ ان ممالک میں رقبہ کی کمی نہیں ہے۔

جدول ۴،۵ - بین الاقوامی تجارت

بیرونی تجارت کے حوالے سے بیشتر صورت حال دگرگوں ہے۔ چند تیل پیدا کرنے والے امیر ممالک کو چھوڑ کر دیکھیں تو ہر جگہ توازن ادائیگی میں خسارہ کا سامنا ہے۔ برآمدات میں زیادہ انحصار خام مال پر ہے اور درآمد زیادہ تر صنعتی اشیا کی ہوتی ہے۔ اس طرح اپنا مال کم قیمت پر جاتا ہے اور درآمدی مال زیادہ لاگت سے آتا ہے۔ چند ممالک (بنگلہ دیش، پاکستان، مصر، ترکی اور تیونس) صنعتی اشیا ضرور برآمد کرتے ہیں لیکن ان کا معتد بہ حصہ ٹیکسٹائل سے متعلق ہے۔ جن ممالک میں تیل پیدا نہیں ہوتا، ان کا درآمدی بل زیادہ تر تیل ہی کا ہوتا ہے۔ اسلامک کامن مارکیٹ کے حوالے سے منعقدہ بین الاقوامی سیمینار (دسمبر ۱۹۹۳ء، ایوب الرحمان بھویاں، بنگلہ دیش) کی ایک رپورٹ کے مطابق، سعودی عرب، ایران اور انڈونیشیا جیسے تیل برآمد کرنے والے بڑے ممالک کو بھی منفی توازن ادائیگی کا سامنا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں زر مبادلہ کے ذخائر چند امیر ممالک کو چھوڑ کر ہر جگہ بہت کم تھے اور ۲۵ میں سے ۱۲ ممالک میں تین ماہ کی ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتے تھے۔ مذکورہ رپورٹ میں تجارت کے رخ کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان ممالک کا زیادہ انحصار ترقی یافتہ صنعتی ممالک پر ہے۔ صرف آٹھ ممالک ایسے تھے جو اپنی برآمدات کا آدھا یا اس سے کچھ زیادہ

ترقی پذیر ممالک کو بھیجتے تھے۔ در آمدات میں صرف بحرین اور مالدیپ ایسے دو ممالک ہیں جو پچاس فی صد یا زیادہ کی اشیا ترقی پذیر ممالک سے منگواتے ہیں ورنہ باقی سب ترقی یافتہ ممالک کے محتاج ہیں۔ غرض اسلامی ممالک کی آپس کی تجارت بہت کم ہے۔

جدول ۶ - بیرونی قرضے

مسلمان ممالک پر بیرونی قرضوں کا بوجھ خطرناک حد تک زیادہ ہے۔ اور ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۲ء کا فرق بتا رہا ہے کہ اس بوجھ میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ بیرونی قرضے کو ملکی برآمدات یا کل قومی پیداوار کے فی صد کے طور پر دیکھیں تو صورت حال بے حد اذیت ناک لگتی ہے۔ زرمبادلہ کے ذخائر کے حوالے سے سوڈان، سیرالیون، سینی گال اور کیمیروں کی حالت یہ تھی کہ ایک ماہ کی ضرورت کے لیے رقم موجود نہ تھی لیکن ۱۹۹۲ء کے اعداد کے مطابق ان ممالک پر واجب الادا بین الاقوامی قرض ۱۶۵۸۹ ملین ڈالر تھا۔ چند دوسرے بڑے قرضوں والے ممالک کی کیفیت کچھ یوں تھی:

۱۔	انڈونیشیا	۸۴۳۸۵	ملین ڈالر
۲۔	ترکی	۵۴۷۷۲	ملین ڈالر
۳۔	مصر	۴۰۰۱۸	ملین ڈالر
۴۔	الجزائر	۲۶۳۴۹	ملین ڈالر
۵۔	پاکستان	۲۴۰۷۲	ملین ڈالر
۶۔	ملائشیا	۱۹۸۳۷	ملین ڈالر
۷۔	شام	۱۶۴۸۱	ملین ڈالر
۸۔	بنگلہ دیش	۱۳۱۸۹	ملین ڈالر

گویا صرف آٹھ ممالک پر بیرونی قرضہ ۲۷۹ ارب ڈالر سے زیادہ تھا۔ ان اعداد میں ملکی اندرونی قرضوں کا کوئی ذکر نہیں۔ انھیں شامل کر کے دیکھا جائے تو بڑی ہولناک تصویر بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملکی وسائل اور برآمدی تجارت کا بہت بڑا حصہ قرضوں اور سود کی ادائیگی میں کھپ جاتا ہے اور جاری اور ترقیاتی اخراجات کے لیے کچھ نہیں بچتا۔ پاکستان کے ۱۹۹۵ء

-۹۶ء کے بجٹ میں قرض کی ادائیگی کے لیے مختص رقم (۱۵۷ بلین روپے) کو محاصل کے مقابل رکھ کر دیکھا جائے تو ارباب فکر کی یہ تنبیہہ بروقت لگتی ہے کہ اب دفاع کے لیے بھی قرض لینا پڑے گا۔ زیادہ قرضوں والے بیشتر مسلمان ممالک کی کیفیت پاکستان سے مختلف نہیں۔

جدول ۷، ۸ - ہیکل اساسی اور توانائی

ہیکل اساسی سماجی ہو یعنی تعلیم اور صحت وغیرہ سے متعلق یا پیداواری یعنی توانائی اور رسل و رسائل سے متعلق، مسلمان ممالک کی اکثریت کی تصویر قابل فخر نہیں۔ آبادی کی ضرورت کے لحاظ سے تعلیمی ادارے اور صحت کی سہولتیں بہت کم ہیں۔ رقبے کی مناسبت سے ٹرانسپورٹ نیٹ ورک، معیار اور مقدار دونوں میں کم ہے۔ فضائی اور سمندری سلسلے بھی اتنے ترقی یافتہ نہیں جتنے ہونے چاہئیں۔ فی کس توانائی کی کھپت بیشتر ملکی پیداوار سے زیادہ لیکن معیار مطلوب سے بہت کم ہے۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ توانائی کے لیے زیادہ انحصار درآمد پر ہے۔ خوش قسمتی سے تیل وہ شعبہ ہے جو زیادہ تر مسلمان ممالک کے پاس ہے۔ لہذا اس حوالہ سے مسلمان ممالک کے تجارتی روابط مناسب ہیں البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ امیر مسلمان ممالک نہ صرف غریب مسلمان ممالک کی ضروریات پوری کریں بلکہ تیل کے درآمدی بل میں ایسی سہولتیں دیں کہ ان کے درآمدی بل کے ناقابل برداشت بوجھ میں کچھ کمی واقع ہو۔

جدول ۹ - حکومتی اخراجات

حکومتی اخراجات کے حوالہ سے بہت کم اعداد و شمار میسر ہیں اس لیے پوری مسلم دنیا کی صحیح تصویر سامنے نہیں آرہی البتہ میسر اعداد و شمار سے اشارہ ملتا ہے کہ بیشتر حکومتوں کے بجٹ خسارے کے ہیں جو کل قومی آمدنی کا اچھا خاصا فی صد بنتے ہیں۔ جہاں سماجی شعبوں کے لیے ضرورت کے مطابق مناسب رقوم مہیا نہیں کی جا رہی ہیں، وہیں دفاع سے بھی بالعموم غفلت برتی جا رہی ہے۔ چند ممالک جو دفاع پر پوری توجہ دینے کی کوشش کر رہے

ہیں، مالی اور اقتصادی لحاظ سے کمزور پوزیشن میں ہیں۔ مسلم دنیا کے مشترکہ دفاع کے حوالہ سے غور و فکر اور مناسب حکمت عملی کے نتیجے میں ان فرنٹ لائن ممالک کا بوجھ بانٹا جاسکتا ہے تاکہ ان کے ملکی وسائل دوسرے سماجی اور اقتصادی شعبوں کی طرف منتقل ہوسکیں۔

جدول ۱۰، ۱۱- سماجی حالت (تعلیم و صحت)

مرکزی حکومت کے اخراجات کے حوالہ سے اوپر یہ اشارہ دیا گیا تھا کہ تعلیم اور صحت کو مناسب توجہ نہیں مل رہی۔ جدول ۱۰ میں دی گئی بہت سے ممالک کی اونچی شرح ناخواندگی اس کا ایک ثبوت ہے اور یہی مسلمان ممالک کی پس ماندگی کی وجہ بھی ہے۔ جن چند ممالک کے کوائف میسر ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ تعلیم پر حکومتوں کا خرچ معیاری نہیں لیکن کسی حد تک مناسب ضرور ہے، تاہم شرح خواندگی اور پست معیار تعلیم کا تقاضا ہے کہ اس شعبہ میں بہت زیادہ کوشش اور پیش رفت ہو اور وسائل کا زیادہ سے زیادہ مفید استعمال ہو۔
صحت عامہ کی سہولتیں اور صورت حال بھی قطعاً تسلی بخش نہیں۔ آبادی کے لحاظ سے ڈاکٹر اور نرسیں کم ہیں۔ اموات اطفال کی شرح کافی اونچی ہے اور بچوں کی اچھی خاصی تعداد کم غذائیت کی شکار ہے۔ کوائف اس شعبہ کے ضمن میں بھی بہت کم ملکوں کے میسر ہیں۔ جو ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ تعلیم کے مقابلہ میں اس شعبہ پر اخراجات کے حوالہ سے توجہ اور بھی کم ہے۔

عمومی نوٹ

مسلم ممالک رقبے، آبادی اور قدرتی وسائل کے لحاظ سے خوش قسمتی کی حد تک مالامال ہیں۔ لیکن تعلیم و تحقیق، سائنس اور ٹیکنالوجی، صنعت و حرفت اور رسل و رسائل کے میدانوں میں امکانات کی وسعت کے باوجود پس ماندہ ہیں۔ جہاں کچھ ترقی ہوئی بھی ہے تو وہ غیر متوازن ہے۔ ملی ربط و تعلق کی شعوری کوششوں کا آغاز تو ہوچکا ہے جو گوناگوں علاقائی اداروں اور انجمنوں کی تشکیل سے ظاہر ہے لیکن بہ شمول او آئی سی ان اداروں کی کارکردگی اپنا بھرپور اثر ظاہر نہیں کر پائی۔ مسلمان ممالک کا مفاد بالخصوص اور تیسری دنیا کے ترقی پذیر

ممالک کا فائدہ بالعموم اسی میں ہے کہ آپس کا ربط بڑھایا جائے جو بالآخر ایک بڑے معاشی بلاک کی تشکیل پر منتج ہو۔ اس سے استحصالی قوتوں کی حوصلہ شکنی ہو گی اور مساویانہ طور پر تعاون اور اشتراک کا جذبہ پروان چڑھے گا۔

جدول ۱ - آبادی اور افرادی قوت

نمبر شمار	ملک	آبادی (تعداد ملین) وسط ۱۹۹۲ء	اوسط سالانہ اضافہ (فی صد) ۹۲-۱۹۸۰ء	آبادی بہ لحاظ سیکٹر: دیہی آبادی (فی صد) ۱۹۹۲ء	شہری آبادی (فی صد) ۱۹۹۲ء	کثافت آبادی (بہ لحاظ کل رقبہ) ۱۹۹۲ء	متوقع عمر (سالوں میں) اوسط ۱۹۹۲ء
	افریقہ						
۱	الجزائر	۲۶	۲٫۸	۴۶	۵۴	۱۰	۶۷
۲	بینن	۵	۳٫۱	۶۰	۴۰(۱۹۸۸)[1]	۴۰	۵۱
۳	برکینوفاسو	۱۰	۲٫۶	۸۳	۱۷	۳۱	۴۸
۴	کیمیرون	۱۲	۲٫۸	۵۸	۴۲	۲۳	۵۶
۵	چاڈ	۶	۲٫۴	۶۶	۳۴	۴	۴۷
۶	کوموروز	۰٫۵	۳٫۷	-	-	۲۳۶	۵۶
۷	جیبوتی	۰٫۵	۲٫۹	-	-	۱۶	۴۹
۸	مصر	۵۵	۲٫۴	۵۶	۴۴	۵۲	۶۲
۹	اریٹریا[2]	۳	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۱	۳٫۷	۵۳	۴۷	۴	۵۴
۱۱	گیمبیا	۱	۳٫۲	-	-	۸۱	۴۵
۱۲	گنی	۶	۲٫۶	۷۳	۲۷	۲۱	۴۴
۱۳	گنی بساؤ	۱	۱٫۹	۷۹	۲۱	۳۴	۳۹
۱۴	لیبیا	۵	۳٫۶	۳۲	۶۸	۲	۶۳

افرادی قوت/لیبر فورس				
۱۵-۶۴ سال عمر کی آبادی (ملین) ۱۹۹۲ء	لیبر فورس (ملین) ۱۹۹۲ء	زرعی لیبر فورس (کل لیبر فورس کا (فی صد) ۱۹۸۸ء[1]	خواتین لیبر فورس (کل لیبر فورس کا (فی صد) ۱۹۹۲ء	کل لیبر فورس میں سالانہ اضافہ (اوسط فی صد) ۱۹۸۰-۹۲ء
۱۴	۶	۲۵	۱۰	۳٫۷
۳	۲	۶۳	۴۷	۲٫۲
۵	۴	۸۵	۳۶	۲٫۴
۶	۵	۶۳	۳۳	۱٫۹
۳	۲	۷۷	۲۱	۱٫۹
-	۰٫۱ (۱۹۸۸)[1]	۸۰	۴۰	-
-	-	-	-	-
۳۱	۱۵	۴۲	۱۰	۲٫۶
-	-	-	-	-
۱	۱	۶۹	۳۷	۰٫۷
-	-	۶۶	۴۰	-
۳	۳	۷۶	۳۹	۱٫۷
۱ (سے کم)	۰	۸۰	۴۰	۱٫۳
-	-	۱۴	۱۰	-

- جاری -

نمبر شمار	ملک	آبادی (تعداد ملین) وسط ۱۹۹۲ء	اوسط سالانہ اضافہ (فی صد) ۱۹۸۰-۹۲ء	آبادی بہ لحاظ سیکٹر: دیہی آبادی (فی صد) ۱۹۹۲ء	شہری آبادی (فی صد) ۱۹۹۲ء	کثافت آبادی (بہ لحاظ کل رقبہ) ۱۹۹۲ء	متوقع عمر (سالوں میں) اوسط ۱۹۹۲ء
۱۵	مالی	۹	۲٫۶	۷۵	۲۵	۷	۴۸
۱۶	ماریطانیہ	۲	۲٫۴	۵۰	۵۰	۲	۴۸
۱۷	مراکش	۲۶	۲٫۵	۵۳	۴۷	۳۴	۶۳
۱۸	نائجر	۸	۳٫۳	۷۹	۲۱	۵	۴۶
۱۹	نائجیریا	۱۰۲	۳٫۰	۶۳	۳۷	۱۱۶	۵۲
۲۰	سینی گال	۸	۲٫۹	۵۹	۴۱	۳۷	۴۹
۲۱	سیرالیون	۴	۲٫۴	۹۵	۵۰	۵۵	۴۳
۲۲	صومالیہ	۸	۳٫۱	۷۵	۲۵	۱۱	۴۹
۲۳	سوڈان	۲۷	۲٫۷	۷۷	۲۳	۱۰	۵۲
۲۴	تیونس	۸	۲٫۳	۴۳	۵۷	۵۰	۶۸
۲۵	یوگنڈا	۱۸	۲٫۶	۹۶	۴۰	۸۶	۴۳
	ایشیا (۱)						
۲۶	افغانستان [۳]	۲۲	۲٫۵	۷۹	۲۱(۱۹۸۸) [۱]	۲۴	۴۳
۲۷	آذربائیجان [۳]	۷	۱٫۰	-	-	۸۱ [۴]	۷۱
۲۸	بحرین [۳]	۱	۳٫۲	۲	۹۸(۱۹۸۸) [۱]	۷۷۴	۷۰
۲۹	قبرص	۰٫۱۳	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۶۰	۳٫۵	۴۲	۵۰	۳۲	۶۵

افرادی قوت / لیبر فورس				
۱۵-۶۴ سال عمر کی آبادی (ملین) ۱۹۹۲ء	لیبر فورس (ملین) ۱۹۹۲ء	زرعی لیبر فورس (کل لیبر فورس کا (فی صد) ۱۹۸۸ء	خواتین لیبر فورس (کل لیبر فورس کا (فی صد) ۱۹۹۲ء	کل لیبر فورس میں سالانہ اضافہ (اوسط فی صد) ۱۹۸۰-۹۲ء
۴	۳	۸۲	۱۶	۲٫۶
۱	۱	۶۶	۲۳	۲٫۸
۱۵	۸	۳۸	۲۱	۳٫۲
۴	۴	۸۸	۴۶	۲٫۴
۵۲	۴۴	۶۶	۳۴	۲٫۷
۴	۳	۷۹	-	-
۲	۱	۶۴	۳۲	۱٫۲
۴	۲	۷۲	۳۸	۱٫۷
۱۴	۹	۶۳	۲۲	۲٫۹
۵	۳	۲۶	۲۵	۳٫۰
۹	۹	۸۲	۴۱	۲٫۸
-	-	۵۴	۹	-
۵	-	-	-	-
-	-	۲	۱۰	-
-	-	-	-	-
۳۰	۱۶	۲۹	۱۹	۳٫۲

- جاری -

نمبر شمار	ملک	آبادی (تعداد ملین) وسط ۱۹۹۲ء	اوسط سالانہ اضافہ (فی صد) ۹۲-۱۹۸۰ء	آبادی بہ لحاظ سیکٹر: دیہی آبادی (فی صد) ۱۹۹۲ء	شہری آبادی (فی صد) ۱۹۹۲ء	کثافت آبادی (بہ لحاظ کل رقبہ) ۱۹۹۲ء	متوقع عمر (سالوں میں) اوسط ۱۹۹۲ء
۳۱	عراق[۳]	۲۰	۳٫۳	۲۷	۷۳ (۱۹۸۸)[۱]	۳۰	۶۴
۳۲	اردن	۴	۴٫۹	۳۱	۶۹	۴۱	۷۰
۳۳	قازقستان	۱۷	۱٫۱	-	-	-	۶۸
۳۴	کرغیزیہ	۴	۱٫۸	-	-	۲۰	۶۶
۳۵	کویت[۳]	۲	-۲٫۳	۵	۹۵	۱۰۹	۷۵
۳۶	لبنان[۳]	۴	۲٫۳	۱۸	۸۲	۲۷۷	۶۶
۳۷	اومان	۲	۴٫۳	۸۸	۱۲	۵	۷۰
۳۸	پاکستان	۱۱۹	۳٫۱	۶۷	۳۳	۱۳۲	۵۹
۳۹	فلسطین[۲]	۲	-	-	-	۳۵[۳]	-
۴۰	قطر[۳]	۱	۶٫۰	-	-	۳۰	۷۱
۴۱	سعودی عرب	۱۷	۴٫۹	۲۲	۷۸	۶	۶۹
۴۲	شام	۱۳	۳٫۳	۴۹	۵۱	۷۱	۶۷
۴۳	تاجکستان	۶	۲٫۸	-	-	۴۲[۳]	۶۹
۴۴	ترکی	۵۹	۲٫۳	۳۶	۶۴	۶۹	۶۷
۴۵	ترکمنستان	۴	۲٫۵	-	-	۸۲[۳]	۶۶
۴۶	عرب امارات	۲	۴٫۰	۱۸	۸۲	۱۸	۷۲
۴۷	ازبکستان	۲۱	۲٫۵	-	-	-	۶۹

افرادی قوت/لیبر فورس				
۱۵-۶۴ سال عمر کی آبادی (ملین) ۱۹۹۲ء	لیبر فورس (ملین) ۱۹۹۲ء	زرعی لیبر فورس (کل لیبر فورس کا (فی صد) ۱۹۸۸ء	خواتین لیبر فورس (کل لیبر فورس کا (فی صد) ۱۹۹۲ء	کل لیبر فورس میں سالانہ اضافہ (اوسط فی صد) ۱۹۸۰-۹۲ء
-	-	۲۲	۲۲	-
۲	۱	۷	۱۱	۴٫۳
۱۱	-	-	-	-
۳	-	-	-	-
-	-	۲(۱۹۸۵)	۱۶	-
-	-	۱۰	۲۸	-
۱	۰	۴۲	۲	۳٫۵
۶۳	۳۶	۴۸	۱۳	۲٫۹
-	-	-	-	-
-	-	-	۸	-
۹	۴	۳۱	۸	۳٫۹
۶	۳	۲۵	۱۸	۳٫۲
۳	-	-	-	-
۳۵	۲۵	۵۰	۳۴	۲٫۱
۲	-	-	-	-
۱	۱	۳	۷	۳٫۶
۱۲	-	-	-	-

- جاری -

نمبر شمار	ملک	آبادی (تعداد ملین) وسط ۱۹۹۲ء	اوسط سالانہ اضافہ (فی صد) ۹۲-۱۹۸۰ء	آبادی بہ لحاظ سیکٹر: دیہی آبادی (فی صد) ۱۹۹۲ء	شہری آبادی (فی صد) ۱۹۹۲ء	کثافت آبادی (بہ لحاظ کل رقبہ) ۱۹۹۲ء	متوقع عمر (سالوں میں) اوسط ۱۹۹۲ء
۴۸	یمن	۱۳	۳.۸	۶۹	۳۱	۱۹[۴]	۵۳
	ایشیاء (۲)						
۴۹	بنگلہ دیش	۱۱۴	۲.۳	۸۲	۱۸	۸۰۵	۵۵
۵۰	برونائی[۳]	۰.۳ (سے کم)	۳.۲	-	-	۴۶	۷۴
۵۱	انڈونیشیا	۱۸۴	۱.۸	۶۸	۳۲	۹۱	۶۰
۵۲	ملائشیا	۱۹	۲.۵	۵۵	۴۵	۵۲	۷۱
۵۳	مالدیپ	۰.۲	۳.۳	۷۳	۲۶ (۱۹۸۵)[۱]	۷۶۷	۶۲
	یورپ						
۵۴	البانیہ	۳	۱.۷[۳]	۶۴	۳۶	۱۰۴	۷۳
۵۵	بوسنیا[۳]	۴	۰.۲	-	-	-	۷۲
۵۶	مقدونیہ[۳]	۲	۱.۱	-	-	-	۷۲

افرادی قوت / لیبر فورس				
۱۵-۶۴ سال عمر کی آبادی (ملین) ۱۹۹۲ء	لیبر فورس (ملین) ۱۹۹۲ء	زرعی لیبر فورس (کل لیبر فورس کا فی صد) ۱۹۸۸ء[۱]	خواتین لیبر فورس (کل لیبر فورس کا فی صد) ۱۹۹۲ء	کل لیبر فورس میں سالانہ اضافہ (اوسط فی صد) ۱۹۸۰-۹۲ء
۲	۳	۶۴	۱۴	۳.۰
۶۳	۳۶	۷۰	۸	۲.۹
-	-	-	-	-
۱۱۱	۷۵	۵۰	۳۱	۲.۴
۱۱	۷	۳۴	۳۵	۲.۸
-	-	-	-	-
۲	۲	-	۳۱	۲.۷
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-

ماخذ : ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء

۱- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی)

۲- دی ملٹری بیلنس - ۹۵-۱۹۹۴ء آئی آئی ایس ایس

۳- دی ورلڈ بنک اٹلس - ۱۹۹۴ء

۴- اندازاً

جدول ۲- معیشت

نمبر شمار	ملک	قومی پیداوار اور شعبوں کا حصہ (ملین ڈالر)			قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد)(۹۲-۱۹۸۰ء)	
		کل قومی پیداوار	زراعت	صنعت و حرفت	قومی پیداوار	زراعت
افریقہ						
۱	الجزائر	۳۵۶۷۴	۵۴۰۳	۳۳۳۴	۲٫۶	۵٫۳
۲	بینن	۲۱۸۱	۷۰۵	۱۷۰	۲٫۴	۵٫۲
۳	برکنیوفاسو	۲۷۹۰	-	۳۲۵	۳٫۹	۳٫۰
۴	کیمیرون	۱۰۳۹۷	۲۲۸۶	۲۵۲۶	۱٫۰	-۱٫۰
۵	چاڈ	۱۲۴۷	۵۴۷	-	۵٫۳	۳٫۹
۶	کوموروز	۱۰۹(۱۹۸۵)	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	۲۷٫۶۸(۱۹۸۵)	-	-
۸	مصر	۳۳۵۵۳	۶۰۷۹	۳۶۶۹	۴٫۴	۲٫۴
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۵۹۱۳	۵۲۵	۲۶۹	۰٫۵	۱٫۳
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-	-
۱۲	گنی	۳۲۳۳	۱۰۵۸	۱۰۵	-	-
۱۳	گنی بساؤ	۲۲۰	۹۷	۱۹۸	۳٫۶	۴٫۲
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۲۸۲۷	۱۱۹۷	۲۹۴	۲٫۹	۲٫۵
۱۶	ماریطانیہ	۱۰۸۰	-	۱۰۴	۱٫۹	۱٫۵

قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد)(۹۲-۱۹۸۰ء)			فی کس آمدنی		
صنعت	حرفت	خدمات	ڈالر ۱۹۹۲ء	سالانہ فی صد نمو ۹۲-۱۹۸۰ء	سالانہ افراط زر کی شرح (اوسط) ۹۲-۱۹۸۰ء
۱٫۱	-۱٫۹	۳٫۳	۱۸۳۰	۰٫۵	۱۱٫۴
۳٫۸	۵٫۰	۰٫۶	۳۱۰	-۰٫۷	۱٫۷
۳٫۸	۲٫۹	۵٫۱	۳۰۰	۱٫۰	۳٫۵
۰٫۵	۱۰٫۶	۲٫۶	۸۲۰	-۱٫۵	۳٫۵
۶٫۰	-	۶٫۷	۲۲۰	۳٫۴	۰٫۹
-	-	-	۲۳۱	-	-
-	-	-	-	-	-
۳٫۹	-	۵٫۸	۶۳۰	۱٫۸	۱۳٫۲
-	-	-	-	-	-
۱٫۸	۳٫۷	-۱٫۰	۴۳۵۰	-۳٫۷	۲٫۳
-	-	-	-	-	-
-	-	-	۵۱۰	-	-
۲٫۸	-	۳٫۲	۲۲۰	۱٫۶	۵۹٫۳
-	-	-	-	-	-
۴٫۴	-	۲٫۸	۳۱۰	-۲٫۷	۳٫۷
۳٫۹	-	۱٫۱	۵۳۰	-۰٫۸	۸٫۳

- جاری -

نمبر شمار	الملک	قومی پیداوار اور شعبوں کا حصہ (ملین ڈالر)			قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد)(۹۲-۱۹۸۰ء)	
		کل قومی پیداوار	زراعت	صنعت و حرفت	قومی پیداوار	زراعت
۱۷	مراکش	۲۸۴۰۱	۴۲۲۰	۴۹۳۷	۴٫۰	۵٫۳
۱۸	نائجر	۲۳۴۵	۸۷۰	۱۵۶	-۰٫۷	-۳٫۷
۱۹	نائجیریا	۲۹۶۶۷	۱۰۸۳۱	۴۲۶[1]	۲٫۳	۳٫۶
۲۰	سینی گال	۶۲۷۷	۱۲۱۷	۷۴۵	۳٫۰	۲٫۷
۲۱	سیئرالیون	۶۳۴	۲۶۴	۳۴	۱٫۳	۲٫۳
۲۲	صومالیہ	۸۷۹	-	۲۰۷۰	۲٫۴	۳٫۳
۲۳	سوڈان	۱۷۶۴[1]	-	۱۴۰[1]	۵٫۶[1]	۳٫۳[1]
۲۴	تیونس	۱۳۸۵۴	۲۳۶۷	۱۹۸۹	۳٫۸	۳٫۸
۲۵	یوگنڈا	۲۹۹۸	۱۷۱۱	۱۰۲	-	-
	ایشیا (۱)					
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	۵۴۳۲	۲۷۵۲	۲۹۰۰	-	-
۲۸	بحرین	۳۳۲۳[3]	-	۳۷۱[2]	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۱۱۰۲۵۸	۲۵۷۱۱	۱۶۷۲۴	۲٫۳	۴٫۵
۳۱	عراق	۵۷۳۶[3]	-	-	-	-

قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد)(۹۲-۱۹۸۰ء)			فی کس آمدنی		
صنعت	حرفت	خدمات	ڈالر ۱۹۹۲ء	سالانہ فی صد نمو ۹۲-۱۹۸۰ء	سالانہ افراط زر کی شرح (اوسط) ۹۲-۱۹۸۰ء
۳٫۰	۴٫۲	۴٫۲	۱۰۳۰	۱٫۳	۶٫۹
۱۱٫۳[1]	-	۱٫۳[1]	۲۸۰	-۳٫۳	۱٫۷
۰٫۲	۵٫۲[1]	۳٫۴	۳۲۰	-۰٫۴	۱۹٫۴
۳٫۸	۵٫۱	۳٫۰	۷۸۰	۰٫۱	۵٫۲
۲٫۲	۰٫۶	۲٫۲	۱۶۰	-۱٫۴	۲۰٫۸
۱٫۰	-۱٫۷	۰٫۹	-	-	۴۹٫۷
۴٫۵[1]	۳٫۹[1]	۸٫۱[1]	-	-	۴۲٫۸
۳٫۱	۶٫۳	۴٫۳	۱۷۲۰	۱٫۳	۷٫۲
-	-	-	۱۷۰	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	-	۷۴۰	-	-
-	-	-	۶۹۲۴	-	۸۵٫۲[3]
-	-	-	-	-	-
۴٫۴	۵٫۸	۰٫۴	۲۲۰۰	-۱٫۴	۱۶٫۲
-	-	-	۳۳۴۷[3]	-	-

– جاری –

نمبر شمار	الملک	قومی پیداوار اور شعبوں کا حصہ (ملین ڈالر)			قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد)(۹۲-۱۹۸۰ء)	
		کل قومی پیداوار	زراعت	صنعت و حرفت	قومی پیداوار	زراعت
۳۲	اردن	۴۰۰۹۱	۳۰۰	۵۰۵	۰٫۸	-
۳۳	قازقستان	۲۸۵۸۰	۹۷۵۲	۱۰۴۷۲	۱٫۱	-
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-	-
۳۵	کویت	۱۹۹۵۰'	-	-	-	-
۳۶	لبنان	-	-	-	-	-
۳۷	اومان	۱۱۵۲۰	۳۷۴	۴۳۸	۷٫۷	۷٫۱
۳۸	پاکستان	۳۱۹۰۴	۱۱۴۱۶	۷۰۹۹	۶٫۱	۴٫۵
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-
۴۰	قطر	۵۷۱۷'	-	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	۱۱۱۴۴۳	۶۸۴۴	۷۹۶۲	۰٫۴	۱۴٫۰۰
۴۲	شام	۱۷۲۳۶	۵۱۴۸	-	۱٫۸	-۰٫۳
۴۳	تاجکستان	۳۷۹۳	۱۲۵۸	-	-	-
۴۴	ترکی	۹۹۶۹۶	۱۴۵۶۷	۲۲۷۷۴	۳٫۹	۲٫۸
۴۵	ترکمنستان	-	-	-	-	-
۴۶	عرب امارات	۳۲۴۶۷	۷۳۱	۳۵۳۱	۰٫۳	۹٫۱
۴۷	ازبکستان	۱۴۸۷۵	۳۹۲۹	۳۵۰۴	-	-
۴۸	یمن	۹۶۱۵	۲۰۱۲	۷۹۲	-	-

قومی پیدوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد)(۱۹۸۰-۹۲ء)			فی کس آمدنی		
صنعت	حرفت	خدمات	ڈالر ۱۹۹۳ء	سالانہ فی صد نمو ۱۹۸۰-۹۳ء	سالانہ افراط زر کی شرح (اوسط) ۱۹۸۰-۹۲ء
-	-	-	۱۱۳۰	-۵٫۳	-
-	-	-	۱۲۸۰	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	-	۱۰۲۳۱[1]	-	۸۰۳[1]
۹٫۶	۱۸٫۳	۶٫۰	۶۳۸۰	۳٫۱	-۲٫۵
۷٫۳	۷٫۳	۶٫۵	۳۲۰	۳٫۱	۷٫۱
-	-	-	-	-	-
-	-	-	۱۶۸۱۵[1]	-	-
-۲٫۹	۸٫۱	-۰٫۲	۷۵۱۰	-۳٫۳	-۱٫۹
۷٫۶	-	۰٫۳	۱۳۱۸[1]	-	۱۵٫۵
-	-	-	۳۹۰	-	-
۵٫۸	۶٫۷	۵٫۱	۱۹۸۰	۲٫۹	۳۶٫۳
-	-	-	۱۲۳۰	-	-
-۱٫۸	۳٫۳	۳٫۱	۲۲۰۲۰	-۳٫۳	۰٫۸
-	-	-	۸۵۰	-	-
-	-	-	-	-	-

– جاری –

نمبر شمار	ملک	قومی پیداوار اور شعبوں کا حصہ (ملین ڈالر)			قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد)(۹۲-۱۹۸۰ء)	
		کل قومی پیداوار	زراعت	صنعت و حرفت	قومی پیداوار	زراعت
ایشیا (۲)						
۴۹	بنگلہ دیش	۲۳۷۸۳	۸۱۹۷	۲۰۴۱	۴٫۲	۲٫۷
۵۰	برونائی	-	-	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۱۲۶۳۶۴	۲۴۲۷۹	۲۴۰۸۳	۵٫۷	۳٫۱
۵۲	ملائشیا	۵۷۵۶۸	۵۳۶۵(۱۹۸۰)	۵۰۰[1]	۵٫۶	۳٫۶
۵۳	مالدیپ	-	-	-	-	-
یورپ						
۵۴	البانیہ	-	-	-	-	-
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-

قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد)(۹۲-۱۹۸۰ء)			فی کس آمدنی		
صنعت	حرفت	خدمات	ڈالر ۱۹۹۲ء	سالانہ فی صد نمو ۹۲-۱۹۸۰ء	سالانہ افراط زر کی شرح (اوسط) ۹۲-۱۹۸۰ء
۵٫۱	۳٫۱	۵٫۵	۳۳۰	۱٫۸	۹٫۱
-	-	-	-	-	-
۶٫۱	۱۲٫۰	۶٫۸	۶۷۰	۳٫۰	۸٫۳
۸٫۰	۱۰٫۰	۵٫۱	۲۷۹۰	۳٫۲	۲٫۰
-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-

ماخذ : "ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ- ۱۹۹۴ء)

۱- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ- ۱۹۹۱ء (ترکی) (۱۹۷۰ء کے کوائف)

۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ- ۱۹۹۱ء (ترکی) (۱۹۸۵ء کے کوائف)

۳- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ- ۱۹۹۱ء (ترکی) (۱۹۸۸ء کے کوائف)

جدول ۳ - رقبہ اور زراعت

نمبر شمار	ملک	کل رقبہ (مربع کلومیٹر) (۱۹۹۲ء)	زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	آبپاش رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	جنگلات (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	پیداوار (اشاریے) (۸۱-۱۹۷۹ء = ۱۰۰) (۱۹۹۳ء)	
						کل زرعی پیداوار	کل خوراک کی پیداوار
	افریقہ						
۱	الجزائر	۲۳۸۱۷۴۱	۷۸۵۵	۳۳۰	۴۰۴۰	۱۸۳	۱۷۲
۲	بینن	۱۱۲۶۲۲	۱۸۸۰	۷	۳۴۰۰	۱۸۳	۱۷۵
۳	برکینیو فاسو	۲۷۴۲۰۰	۳۵۶۳	۲۵	۶۵۰۰	۱۸۸	۱۸۶
۴	کیمیرون	۴۷۵۴۴۰	۷۰۴۰	۳۵	۲۴۳۳۰	۱۱۰	۱۱۴
۵	چاڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۳۲۵۶	۱۴	۱۲۵۵۰	۱۳۲	۱۳۳
۶	کوموروز	۱۷۹۷	۱۰۰	-	۳۵	-	-
۷	جیبوتی	۲۳۰۰۰	-	-	۶	-	-
۸	مصر	۱۲۵۰۰۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۳۱	۱۴۶	۱۵۶
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۲۶۷۶۶۷	۴۶۰	-	۱۹۸۵۰	۱۲۴	۱۲۴
۱۱	گیمبیا	۱۰۶۸۹	۱۸۰	۱۵	۱۴۵	۱۱۷	۱۱۰
۱۲	گنی	۲۴۵۸۵۷	۷۳۰	۲۶	۱۴۴۶۰	۱۳۱	۱۳۰
۱۳	گنی بساؤ	۳۶۰۰۰	۳۴۰	-	۱۰۷۰	۱۴۳	۱۴۳
۱۴	لیبیا	۱۷۷۵۰۰۰	۲۱۷۰	۲۵۰	۷۰۰	۱۳۵	۱۳۵
۱۵	مالی	۱۲۴۱۰۰۰	۲۲۰۳	۲۱۰	۶۹۰۰	۱۴۰	۱۳۴

پیداوار (اشاریے) (۸۱-۱۹۷۹ء = ۱۰۰) (۱۹۹۳ء)	زرعی تجارت			خوردنی فصلیں
	برآمدات (ملین ڈالر)	درآمدات (ملین ڈالر)	فرق (برآمدات منفی درآمدات) (ملین ڈالر	(ترتیب بہ لحاظ اہمیت)
فی کس خوراک کی پیداوار	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء		
۱۱۹	۵۲	۲۲۵۱	-۲۱۹۹	گندم، جو، آلو
۱۱۹	۹۸	۱۳۲	-۳۴	اروی، کساوا، مکئی
۱۳۲	۱۳۰	۱۰۰	+۳۰	جوار، گنا
۷۹	۳۸۲	۲۱۹	+۱۶۳	گنا- کساوا، پلانٹین
۹۹	۹۴	۲۱	+۷۳	گنا، کساوا، جوار
-	۱۶	۲۳	-۷	کساوا، آلو، چاول
-	۸	۱۰۷	۹۹	--------
۱۱۴	۳۰۱	۲۶۲۴	-۲۲۳	گنا، مکئی، ٹماٹر
-	-	-	-	-
۷۸	۵	۱۴۴	-۱۳۹	گنا، پلانٹین
۷۶	۱۱	۱۰۳	-۹۲	مونگ پھلی، جوار، مکئی
۹۸	۲۸	۱۹۵	-۱۶۷	کساوا- چاول، پلانٹین
۱۱۱	۴	۳۷	-۳۳	چاول، پلانٹین، جوار
۸۱	۲	۱۱۲۳	-۱۱۲۱	ٹماٹر، گندم، زیتون
۹۱	۲۶۴	۱۰۴	+۱۵۹	جوار، چاول، گنا

- جاری -

نمبر شمار	الملک	کل رقبہ (مربع کلومیٹر) (۱۹۹۲ء)	زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	آبپاش رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	جنگلات (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	پیداوار (اشاریے) (۱۹۷۹-۸۱ء = ۱۰۰) (۱۹۹۳ء)	
						کل زرعی پیداوار	کل خوراک کی پیداوار
۱۶	ماریطانیہ	۱۰۳۰۷۰۰	۲۰۸	۱۵	۴۴۱۰	۱۱۵	۱۱۵
۱۷	مراکش	۷۱۰۸۵۰	۹۸۴۸	۱۲۸۰	۷۹۰۰	۱۳۸	۱۳۸
۱۸	نائجر	۱۲۶۷۰۰۰	۳۶۱۰	۴۵	۱۹۰۰	۱۱۸	۱۱۸
۱۹	نائجیریا	۹۲۳۷۷۰	۳۲۳۴۵	۸۸۰	۱۱۳۰۰	۱۹۷	۱۹۷
۲۰	سینی گال	۱۹۶۷۲۲	۲۳۷۱	۱۸۰	۱۰۴۵۰	۱۶۰	۱۵۹
۲۱	سیئرالیون	۱۷۱۷۴۰	۵۴۰	۳۴	۲۰۴۰	۱۲۷	۱۱۸
۲۲	صومالیہ	۶۳۸۰۰۰	۱۰۳۸	۱۲۰	۹۰۴۰	۱۱۳(۱۹۹۱ء)	۱۱۳(۱۹۹۱ء)
۲۳	سوڈان	۲۵۰۵۸۱۳	۱۲۹۷۵	۱۹۲۰	۴۴۴۴۰	۱۰۸	۱۱۱
۲۴	تیونس	۱۶۳۶۱۰	۴۸۸۱	۳۴۴	۶۴۷	۱۶۵	۱۶۵
۲۵	یوگنڈا	۲۳۶۰۳۶	.۶۷۷۰	۹	۵۵۰۰	۱۶۰	۱۶۰
	ایشیا (۱)						
۲۶	افغانستان	۶۵۲۰۹۰	۲۰۵۴	۲۷۶۵	۱۹۰۰	۷۶	۷۶
۲۷	آذربائیجان	۸۶۶۰۰	۱۹۰۰	۱۳۵۰	۹۵۰	-	-
۲۸	بحرین	۶۸۷	۲	۲	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۱۶۴۸۰۰۰	۱۸۱۷۰	۹۴۰۰	۱۸۰۲۰	۱۹۹	۲۰۲

پیداوار (اشاریے) (۸۱-۱۹۷۹ء = ۱۰۰) (۱۹۹۳ء)	زرعی تجارت			خوردنی فصلیں
فی کس خوراک کی پیداوار	برآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۳ء	درآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۳ء	فرق (برآمدات منفی درآمدات) (ملین ڈالر	(ترتیب بہ لحاظ اہمیت)
۸۱	۴۳	۱۴۶	-۱۰۳	چاول، جو، مکئی
۱۰۶	۵۸۱	۱۱۵۵	-۵۷۴	چقندر، گندم، جو
۷۷	۵۹	۱۱۳	-۵۴	جوار، کساوا
۱۲۹	۲۴۸	۹۴۱	-۶۹۳	کساوا، جو، جوار
۱۱۱	۱۴۳	۴۳۴	-۲۹۱	گنا، مونگ پھلی، جوار
۸۶	۱۲	۹۴	-۸۲	چاول، کساوا، گنا
۷۸(۱۹۹۱ء)	۴	۱۰۷	-۱۰۳	گنا، جوار، مکئی
۷۶	۳۶۴	۲۲۴	+۱۴۰	گنا، جوار
۱۲۳	۳۴۸	۵۹۳	-۲۵۵	گندم، زیتون، ٹماٹر
۱۰۹	۱۳۸	۲۷	+۱۱۱	پلانٹین، کساوا، آلو
۵۹	۹۱	۱۲۵	-۳۴	گندم، مکئی، انگور
-	۱۶۲	۲۷۸	-۱۱۶	انگور، گندم، کپاس
-	۹	۲۸۶	-۲۷۷	کھجور، ٹماٹر، کھیرا
-	-	-	-	-
۱۲۶	۵۴۴	۲۳۵۷	-۱۸۱۳	گندم، چقندر، جو

نمبر شمار	ملک	کل رقبہ (مربع کلومیٹر) (۱۹۹۲ء)	زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	آبپاش رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	جنگلات (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۲ء)	پیداوار (اشاریے) (۸۱-۱۹۷۹ء = ۱۰۰) (۱۹۹۳ء)	
						کل زرعی پیداوار	کل خوراک کی پیداوار
۳۱	عراق	۴۳۴۹۲۴	۵۴۵۰	۲۵۵۰	۱۸۷۰	۱۳۲	۱۳۲
۳۲	اردن	۹۷۰۰۰	۴۰۵	۶۵	۷۰	۲۰۰	۲۰۳
۳۳	قازقستان	-	-	-	-	-	-
۳۴	کرغیزیہ	۱۹۸۵۰۰	۱۳۲۰	۹۵۰	۷۰۰	-	-
۳۵	کویت	۱۷۸۱۸	۵	۲	۲	-	-
۳۶	لبنان	۱۰۴۰۰	۳۰۶	۸۶	۸۰	۱۹۶	۲۰۲
۳۷	اومان	۳۰۰,۰۰۰	۶۳	۵۸	-	-	-
۳۸	پاکستان	۷۹۶۰۹۵	۲۱۱۱۰	۱۷۱۰۰	۳۰۵۰	۱۷۷	۱۷۷
۳۹	فلسطین	۵۷۵۰	۱۸۰	۲۲۹	-	-	-
۴۰	قطر	۱۱۴۰۰	۷	۷	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	۲۱۴۹۶۹۰	۳۷۴۶	۹۶۰	۱۸۰۰	۵۹۳	۶۰۶
۴۲	شام	۱۸۵۱۸۰	۵۹۰۹	۹۰۶	۶۵۵	۱۴۱	۱۴۰
۴۳	تاجکستان	۱۴۳۱۰۰	۹۸۹	۶۵۲	۴۰۰	-	-
۴۴	ترکی	۷۸۰۵۷۶	۲۷۴۶۵	۳۶۷۴	۲۰۱۹۹	۱۳۵	۱۳۷
۴۵	ترکمانستان	۴۸۸۰۰۰	۱۴۵۴	۱۲۷۴	۴۰۰۰	-	-
۴۶	عرب امارات	۷۶۸۰۹	۳۹	۵	۳	-	-

پیداوار (اشاریے) (۸۱-۷۹ء = ۱۰۰) (۱۹۹۳ء)	زرعی تجارت			خوردنی فصلیں
فی کس خوراک کی پیداوار	برآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۲ء	درآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۲ء	فرق (برآمدات منفی درآمدات) (ملین ڈالر)	(ترتیب بہ لحاظ اہمیت)
۸۷	۲۲	۱۰۷۲	-۱۰۵۰	جو، گندم، ٹماٹر
۱۲۱	۱۸۷	۷۳۳	-۵۴۶	ٹماٹر، گندم، آلو
-	-	-	-	گندم، جو، آلو
-	۱۰۵(۱۹۹۱ء)	۱۹۸(۱۹۹۱ء)	-۹۳	گندم، جو، آلو
-	۶	۶۳۷	-۶۳۱	ٹماٹر، پیاز، کھیرا
۱۸۶	۱۴۸	۱۰۲۸	-۸۸۰	انگور، آلو، ٹماٹر
-	۷۲	۵۲۹	-۴۵۷	کھجور، ٹماٹر، لیموں
۱۱۸	۱۲۳۷	۱۳۲۰	-۸۳	گندم، چاول، گنا
-	-	-	-	سبزیاں، انگور، گندم
-	۱۵	۳۰۴	-۲۸۹	کھجور، ٹماٹر، کدو
۳۳۰	۵۳۲	۳۷۵۱	-۳۲۱۹	گندم، کھجور، ٹماٹر
۸۹	۶۶۴	۷۱۱	-۴۷	گندم، جو، ٹماٹر
-	-	-	-	تیل بنولہ، گندم
۱۰۲	۳۴۳۵	۱۷۳۱	+۱۷۰۴	گندم، چقندر، جو
-	۲۴(۱۹۹۱ء)	۹۶(۱۹۹۰ء)	-۷۲	تیل بنولہ، گندم
-	۵۳۴	۱۷۹۲	-۱۲۵۸	کھجور، ٹماٹر، تربوز

نمبر شمار	ملک	کل رقبہ (مربع کلومیٹر) (۱۹۹۴ء)	زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۴ء)	آبپاش رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۴ء)	جنگلات (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۴ء)	پیداوار (اشاریے) (۸۱-۱۹۷۹ء = ۱۰۰) (۱۹۹۳ء)	
						کل زرعی پیداوار	کل خوراک کی پیداوار
۴۷	ازبکستان		-	-	-	-	-
۴۸	یمن	۵۲۷۹۷۰	۱۴۸۱	۳۶۰	۲۰۰۰	۱۲۰	۱۱۹
	ایشیا (۲)						
۴۹	بنگلہ دیش	۱۴۳۹۹۸	۹۰۴۴	۳۱۰۰	۱۸۹۰	۱۳۲	۱۲۹
۵۰	برونائی	۵۷۶۵	۷	۱	۲۰۵	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۱۹۲۹۴۴۳	۲۲۵۰۰	۸۲۵۰	۱۰۸۶۰۰	۱۸۲	۱۸۷
۵۲	ملائشیا	۳۲۹۷۴۹	۴۸۸۰	۳۴۰	۱۹۳۵۲	۲۲۵	۲۸۴
۵۳	مالدیپ	۲۹۸	۳	-	۱	-	-
	یورپ						
۵۴	البانیہ	۲۸۷۵۰	۶۹۵	۴۲۵	۱۰۴۶	۱۰۰	۱۰۳
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-	-

پیداوار (اشاریے) (۸۱-۷۹ء = ۱۰۰) (۱۹۹۴ء)	زرعی تجارت			خوردنی فصلیں
فی کس خوراک کی پیداوار	برآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۴ء	درآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۴ء	فرق (برآمدات منفی درآمدات) (ملین ڈالر	(ترتیب بہ لحاظ اہمیت)
-	-	-	-	-
۷۵	-	-	-	جوار، ٹماٹر، انگور
۹۹	۱۶۴	۶۵۶	۴۹۲	چاول، گنا، گندم
-	۹	۱۸۱	+۱۷۲	چاول
۱۴۵	۳۳۲۷	۲۵۴۱	+۷۸۶	چاول، کساوا، مکئی
۲۰۳	۴۹۳۹	۲۵۹۲	+۲۳۴۷	پام آئل، چاول
-	-	۳۶	-۳۶	-
۸۲	۱۲۵	۲۷۵	-۱۵۰	گندم، مکئی، چقندر
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-

ماخذ: (۱) ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء

(۲) او آئی سی ممالک سے متعلق معلومات - شمارہ - ۳ (زراعت، (ترکی)

(۳) مسلم دنیا میں خوراک و زراعت کی صورت حال (او - آئی - سی - کامسٹیک) - ۱۹۹۱ء

جدول ۴ - بین الاقوامی تجارت: اشیا کی نوعیت اور حصہ

نمبر شمار	ملک	برآمدات میں فی صد حصہ: ایندھن، دھاتیں اور معدنیات		دوسری بنیادی اشیاء		مشینری اور آلات		دوسری صنعتی اشیاء		کپڑا	
		۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء
	افریقہ										
۱	الجزائر	۷۳	۹۷	۲۰	۰	۲	۱	۵	۲	۱	۰
۲	بینن	۰	۳	۸۹	۶۷	۳	۳	۸	۲۸	۶	۱
۳	برکینو فاسو	۰	۰	۹۵	۸۸	۱	۴	۳	۸	۰	۲
۴	کیمیرون	۱۰	۲۸	۸۲	۵۵	۳	۷	۶	۱۰	۱	۲
۵	چاڈ	۰	۵	۹۵	۹۰	۱	۱	۴	۴	۸	۱
۶	کوموروز	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۸	مصر	۵	۵۱	۶۸	۱۴	۱	۱	۲۶	۳۴	۱۹	۱۸
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۵۶	۸۹	۳۵	۷	۱	۰		۴	۰	۰
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۲	گنی	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۳	گنی بساؤ	۰	۰	۹۸	۹۷	۱	۰	۱	۳	۰	۰
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۱	۰	۸۹	۹۲	۰	۰	۱۰	۸	۸	۷
۱۶	ماریطانیہ	۵۸	۸۴	۱۱	۸	۰	۷	۰	۱	۰	۰
۱۷	مراکش	۳۳	۱۵	۵۷	۳۰	۰	۶	۹	۴۹	۴	۲۵

در آمدات میں فی صد حصہ									
خوراک		ایندھن		دوسری بنیادی اشیاء		مشینری آلات		دوسری صنعتی اشیاء	
۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء
۱۳	۲۶	۲	۳	۶	۵	۳۷	۳۲	۴۲	۳۴
۱۸	۲۵	۴	۷	۳	۲	۲۱	۲۱	۵۵	۴۵
۲۰	۲۵	۸	۱۶	۷	۳	۲۷	۲۴	۳۷	۳۱
۱۲	۱۵	۵	۱	۱	۲	۳۲	۳۴	۴۹	۴۷
۲۱	۱۸	۱۵	۱۵	۳	۲	۲۳	۲۷	۳۸	۳۸
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۳	۲۹	۹	۱	۱۲	۱۰	۲۷	۲۶	۲۹	۳۴
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۴	۱۷	۱	۱	۱	۲	۳۹	۴۰	۴۴	۳۹
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۱	۳۵	۷	۷	۱	۱	۱۶	۱۵	۴۵	۴۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۹	۲۰	۹	۳۰	۶	۱	۲۱	۲۳	۳۶	۲۵
۲۳	۲۳	۸	۶	۱	۲	۳۸	۴۲	۳۹	۲۷
۲۱	۱۴	۵	۱۵	۱۰	۱۰	۳۲	۲۸	۳۲	۳۲

– جاری –

نمبر شمار	ملک	برآمدات میں فی صد حصہ									
		ایندھن، دھاتیں اور معدنیات		دوسری بنیادی اشیاء		مشینری اور آلات		دوسری صنعتی اشیاء		کپڑا	
		۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء
۱۸	نائجر	۰	۸۶	۹۶	۱۳	۱	۰	۳	۱	۰	۱
۱۹	نائجیریا	۶۳	۹۶	۳۶	۳	۰۰	۰	۱	۱	۰	۰
۲۰	سینی گال	۱۲	۲۲	۶۹	۵۶	۴	۲	۱۵	۳۰	۶	۱
۲۱	سیئرالیون	۱۵	۳۴	۲۲	۳۳	۰	۰۰	۶۳	۳۲	۰	۰
۲۲	صومالیہ	۰	۰	۹۴	۹۹	۴	۰	۲	۰	۰	۰
۲۳	سوڈان	۱	۳	۹۹	۹۶	۰	۰	۰	۱	۰	۱
۲۴	تیونس	۴۶	۱۶	۳۵	۱۱	۰	۹	۱۹	۶۴	۳	۴۰
۲۵	یوگنڈا	۹	۳	۹۰	۹۶	۰	۰	۰	۰	۰	۰
	ایشیا (۱)										
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۸	بحرین	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۹۰	۹۰	۲	۶	۰	۰	۴	۰۳	۳	۳
۳۱	عراق	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۲	اردن	۲۴	۳۴	۵۹	۱۶	۳	۲	۱۳	۴۸	۳	۴
۳۳	قازقستان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

درآمدات میں فی صد حصہ									
خوراک		ایندھن		دوسری بنیادی اشیاء		مشینری آلات		دوسری صنعتی اشیاء	
۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء
۱۴	۱۷	۴	۲۰	۴	۴	۲۶	۲۸	۵۱	۳۱
۸	۱۸	۳	۱	۳	۵	۳۷	۳۶	۴۸	۴۱
۲۹	۲۹	۵	۱۶	۴	۴	۲۵	۲۱	۳۸	۳۰
۲۶	۲۱	۹	۲۰	۱	۲	۲۱	۲۵	۴۳	۳۲
۳۴	۲۰	۶	۲	۶	۶	۱۷	۵۰	۳۷	۲۱
۲۱	۱۹	۸	۱۹	۳	۳	۲۷	۲۲	۴۱	۳۷
۲۸	۸	۵	۸	۹	۷	۲۶	۳۰	۳۲	۴۷
۷	۸	۲	۳۰	۳	۲	۳۴	۲۷	۵۵	۳۴
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۷	۱۴	۰	۰	۸	۴	۴۱	۴۵	۴۵	۳۹
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۱	۲۱	۶	۱۴	۴	۳	۱۷	۲۵	۴۲	۳۸
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

- جاری -

نمبر شمار	ملک	برآمدات میں فی صد حصہ									
		ایندھن، دھاتیں اور معدنیات		دوسری بنیادی اشیاء		مشینری اور آلات		دوسری صنعتی اشیاء		کپڑا	
		۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء
۳۵	کویت	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۶	لبنان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۷	اومان	۱۰۰	۹۴	۰	۱	۰	۴	۰	۱	۰	۰
۳۸	پاکستان	۲	۱	۴۱	۲۰	۰	۰	۵۷	۷۹	۴۷	۶۹
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۰	قطر	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	۱۰۰	۹۹	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰
۴۲	شام	۶۲	۴۵	۲۹	۱۷	۳	۱	۷	۳۷	۴	۲۵
۴۳	تاجکستان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۴	ترکی	۸	۴	۸۳	۲۴	۰	۹	۹	۶۳	۵	۳۹
۴۵	ترکمنستان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۶	عرب امارات	۹۵	۹۵	۱	۱	۱	۱	۲	۲	۰	۰
۴۷	ازبکستان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۸	یمن	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
	ایشیا (۲)										
۴۹	بنگلہ دیش	۱	۰	۳۵	۱۸	۱	۰	۶۳	۸۱	۴۹	۷۲
۵۰	برونائی	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۴۴	۳۸	۵۴	۱۵	۰	۴	۱	۴۴	۰	۱۸

در آمدات میں فی صد حصہ									
خوراک		ایندھن		دوسری بنیادی اشیاء		مشینری آلات		دوسری صنعتی اشیاء	
۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۳	۱۹	۵	۲	۳	۱	۴۱	۴۲	۳۸	۳۶
۲۱	۱۵	۲	۱۲	۷	۷	۳۱	۳۵	۳۵	۲۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۸	۱۲	۱	۰	۳	۳	۳۳	۳۶	۳۵	۴۵
۲۱	۱۷	۸	۱۸	۵	۷	۲۸	۲۶	۳۸	۳۲
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۸	۲	۰	۱۷	۸	۹	۴۱	۳۵	۳۶	۳۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۱	۱۷	۱۰	۷	۲	۳	۳۷	۳۱	۳۹	۴۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۳	۱۲	۱۳	۱۲	۱۰	۲۰	۳۲	۱۷	۳۲	۳۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۲	۲	۲	۸	۳	۹	۳۵	۴۳	۴۷	۳۴

- جاری -

نمبر شمار	ملک	برآمدات میں فی صد حصہ									
		ایندھن، دھاتیں اور معدنیات		دوسری بنیادی اشیاء		مشینری اور آلات		دوسری صنعتی اشیاء		کپڑا	
		۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء
۵۲	ملائشیا	۳۰	۱۷	۶۳	۲۲	۲	۳۸	۶	۲۳	۱	۶
۵۳	مالدیپ	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
یورپ											
۵۴	البانیہ	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

در آمدات میں فی صد حصہ									
خوراک		ایندھن		دوسری بنیادی اشیاء		مشینری آلات		دوسری صنعتی اشیاء	
۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء
۲۲	۷	۱۲	۴	۸	۵	۲۸	۵۵	۴۰	۳۴
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء

جدول ۵ - بین الاقوامی تجارت اور شرح نمو

نمبر شمار	ملک	کل تجارت (ملین ڈالر)		اوسط سالانہ نمو (فیصد)			
		برآمدات	درآمدات	برآمدات		درآمدات	
		۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء
	افریقہ						
۱	الجزائر	۱۲۰۵۵	۷۷۶۳	-۰٫۵	۳٫۳	۱۲٫۱	-۵٫۱
۲	بینن	۱۱۱	۳۸۳	-۱۱٫۶	۱۰٫۵	۴٫۰	-۲٫۳
۳	برکنیوفاسو	۱۴۲	۵۰۳	۷٫۳	۷٫۷	۶٫۴	۱٫۳
۴	کیمیرون	۱۶۵۷	۱۳۴۴	۴٫۲	۱۰٫۴	۵٫۳	-۱٫۶
۵	چاڈ	۱۹۴	۳۳۹	۴٫۵	۹٫۵	-۶٫۱	۹٫۲
۶	کوموروز	-	-	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-	-	-	-
۸	مصر	۳۰۵۰	۸۲۹۳	-۲٫۶	۳٫۱	۷٫۸	-۱٫۲
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۲۳۰۳	۹۱۳	۵٫۷	۳٫۳	۱۱٫۶	-۱٫۸
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-	-	-
۱۲	گنی	-	-	-	-	-	-
۱۳	گنی بساؤ	۶	۸۴	۱۵٫۹	-۸٫۴	-۵٫۲	-۰٫۲
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۳۸۸	۷۴۰	۸٫۳	۶٫۵	۵٫۲	۳٫۷
۱۶	ماریطانیہ	۵۰۰	۶۵۰	-۲٫۰	۵٫۴	۱٫۴	۵٫۲
۱۷	مراکش	۳۹۷۷	۷۳۵۶	۳٫۹	۵٫۵	۶٫۶	۴٫۴

تجارت کی کیفیت (۱۹۸۷ء = ۱۰۰)		توازن ادائیگی (ملین ڈالر)				بیرون ملک افراد کی بھیجی ہوئی رقم (ملین ڈالر)		زر مبادلہ کے ذخائر جتنے ماہ کے لیے کافی ہیں (ملین ڈالر)		
		سرکاری ادائیگی کے بعد		سرکاری ادائیگی سے پہلے						
۱۹۸۵ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء
۱۷۴	۸۶	-۱۲۵	۱۳۳۷	-۱۶۳	۱۳۳۷	۱۷۸	۷۷۴	۳۵۲	۳۳۱۸	۳٫۲
۱۰۳	۷۴	-۳	-۲۹	-۲۳	-۱۶۲	۰	۹۹	۱۶	۲۴۹	۳٫۹
۱۰۸	۸۸	۹	-۹۵	-۲۱	-۴۶۸	۱۶	۹۱	۳۶	۳۴۵	۴٫۴
۱۳۹	۶۶	-۳۰	-۸۳۴	-۴۷	-۸۳۴	-۱۱	-۳۷	۸۱	۳۰	۰٫۱
۱۰۹	۷۸	۲	-۹۱	-۳۳	-۳۲۵	-۶	-۳۹	۲	۸۳	۱۸
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۳۱	۹۵	-۱۴۸	۲۶۰۵	-۴۵۲	۱۲۵۷	۲۹	۵۴۳۰	* ۱۶۵	۱۱۶۲۰	۹٫۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۳۰	۸۹	-۳	-۱۳۵	-۱۵	-۱۴۷	-۸	-۱۴۲	۱۵	۷۵	۰٫۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۹۱	۱۱۵	-	-۷۲	-	-۱۲۱	-	-۱	-	۱۷	۱٫۶
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۹۵	۸۶	-۲	-۹۱	-۲۲	-۴۱۴	-۱	۹۱	۱	۳۱۴	۴٫۰
۱۱۳	۱۰۷	-۵	-۱۰۵	-۱۳	-۱۹۷	-۶	-۵۳	۳	۶۵	۱٫۱
۸۸	۱۰۰	-۱۲۴	-۴۲۷	-۱۶۱	-۷۸۷	۲۷	۲۱۴۸	۱۳۲	۳۸۱۹	۴٫۸

- جاری -

نمبر شمار	ملک	کل تجارت (ملین ڈالر)		اوسط سالانہ نمو (فیصد)			
		برآمدات	درآمدات	برآمدات		درآمدات	
		۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء
۱۸	نائجر	۲۷۱	۲۹۱	۲۱٫۰	-۴٫۳	۱۰٫۹	-۵٫۹
۱۹	نائجیریا	۱۱۸۸۶	۸۱۱۹	۰٫۳	۱٫۷	۱۹٫۳	-۱۰٫۵
۲۰	سینیگال	۶۷۲	۹۷۰	۱٫۸	۲٫۵	۳٫۷	۱٫۹
۲۱	سیئرالیون	۱۶۳	۱۳۸	-۵٫۶	۰٫۷	-۱٫۳	-۸٫۰
۲۲	صومالیہ	۴۰	۱۵۰	۶٫۳	-۸٫۳	۵٫۳	-۷٫۰
۲۳	سوڈان	۳۱۲	۸۹۲	-۳٫۵	۰٫۲	-۰٫۶	-۳٫۸
۲۴	تیونس	۴۰۴۰	۶۴۲۵	۷٫۵	۶٫۳	۱۲٫۵	۳٫۱
۲۵	یوگنڈا	۱۶۳	۴۰۵	-۸٫۲	۱٫۹	-۳٫۰	۳٫۲
	ایشیا (ا)						
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	۷۳۸	۳۲۹	-	-	-	-
۲۸	بحرین	-	-	-	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۱۸۲۳۵	۲۶۷۴۴	-۶٫۸	۱۳٫۵	۱۱٫۰	۸٫۶
۳۱	عراق	-	-	-	-	-	-
۳۲	اردن	۹۳۳	۳۲۵۱	۱۹٫۳	۶٫۱	۱۵٫۳	-۰٫۲
۳۳	قازقستان	۱۵۴۶	۱۶۰۸	-	-	-	-
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-	-	-

تجارت کی کیفیت (۱۹۸۷ء = ۱۰۰)		توازن ادائیگی (ملین ڈالر)				بیرون ملک افراد کی بھیجی ہوئی رقم (ملین ڈالر)		زرمبادلہ کے ذخائر جتنے ماہ کے لیے کافی ہیں (ملین ڈالر)		
		سرکاری ادائیگی کے بعد		سرکاری ادائیگی سے پہلے						
۱۹۸۵ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء
۱۲۶	۱۰۰	۰	-۳۸	-۳۲	-۱۵۶	-۳	-۳۷	۱۹	۲۲۹	۶٫۰
۱۶۷	۸۴	-۳۶۸	۲۲۶۸	-۴۱۲	۱۵۳۷	۰۰	۲۲	۲۲۳	۱۱۹۶	۱٫۲
۱۰۲	۱۰۲	-۱۲	-۲۶۷	-۲۶	-۵۴۷	-۱۶	۳۲	۲۲	۲۲	۰٫۱
۱۰۶	۸۰	-۱۶	-	-۲۰	-	-	-	۳۹	۲۱	-
۱۰۷	۸۷	-۶	-	-۱۸	-	-	-	۲۱	-	-
۱۰۶	۹۱	-۴۲	-۱۴۳۶	-۴۳	-۱۷۱۴	-	۱۲۴	۲۲	۲۴	۰٫۳
۱۰۵	۹۷	-۵۳	-۹۴۵	-۸۸	-۱۰۳۲	۲۰	۵۶۶	۶۰	۹۲۴	۱٫۴
۱۴۳	۴۲	۲۰	-۱۱۳	۱۹	-۳۴۶	-۵	۰۰	۵۷	۹۴	۱٫۵
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	۵۰۳	-	۵۰۳	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۶۰	۹۲	-۵۰۷	-۴۶۵۱	-۵۱۱	-۴۶۵۱	-	-	۲۱۷	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۹۵	۱۱۶	-۲۰	-۷۴۱	-۱۳۰	-۱۰۸۹	-	۸۰۰	۲۵۸	۱۰۳۰	۲٫۶
-	-	-	-۱۴۷۹	-	-۱۴۷۹	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

نمبر شمار	ملک	کل تجارت (ملین ڈالر)		اوسط سالانہ نمو (فیصد)			
		برآمدات	درآمدات	برآمدات		درآمدات	
		۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء
۳۵	کویت	-	-	-	-	-	-
۳۶	لبنان	-	-	-	-	-	-
۳۷	اومان	۵۵۵۵	۳۶۷۴	-۲٫۱	۸٫۶	۳۰٫۹	۰٫۰
۳۸	پاکستان	۷۲۶۴	۹۳۶۰	۰٫۷	۱۱٫۱	۳٫۴	۳٫۶
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-	-
۴۰	قطر	-	-	-	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	۳۱۸۳۳	۳۲۱۰۳	۵٫۷	-۲٫۳	۳۵٫۹	-۶٫۴
۴۲	شام	۳۲۶۲	۳۳۶۵	۷٫۰	۱۹٫۳	۱۲٫۳	۳٫۶
۴۳	تاجکستان	-	-	-	-	-	-
۴۴	ترکی	۱۴۷۱۵	۲۲۸۷۱	۳٫۳	۹٫۰	۵٫۷	۹٫۶
۴۵	ترکمنستان	۱۰۸۳	۵۳۵	-	-	-	-
۴۶	عرب امارات	۱۸۰۵۸	۱۷۲۰۹	۳٫۹	۳٫۸	۲۷٫۳	۱٫۱
۴۷	ازبکستان	۸۶۹	۹۲۹	-	-	-	-
۴۸	یمن	-	-	-	-	-	-
	ایشیا (۲)						
۴۹	بنگلہ دیش	۱۹۰۳	۲۵۲۷	۳٫۸	۷٫۶	-۲٫۳	۱٫۳
۵۰	برونائی	-	-	-	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۳۳۸۱۵	۲۷۲۸۰	۷٫۲	۵٫۶	۱۳٫۰	۳٫۰

تجارت کی کیفیت (۱۹۸۷ء=۱۰۰)		توازن ادائیگی (ملین ڈالر) سرکاری ادائیگی کے بعد		توازن ادائیگی (ملین ڈالر) سرکاری ادائیگی سے پہلے		بیرون ملک افراد کی بھیجی ہوئی رقم (ملین ڈالر)		زرمبادلہ کے ذخائر (ملین ڈالر)		جتنے ماہ کے لیے کافی ہیں
۱۹۸۵ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۸۲	۸۷	-	-۳۶۶	-	-۳۵۵	-	-۱۱۱۸	۱۳	۱۷۶۵	۳٫۷
۹۰	۷۷	-۶۶۷	-۱۰۳۹	-۷۰۵	-۱۳۹۹	۸۶	۱۳۶۸	۱۹۵	۱۵۲۳	۱٫۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۷۶	۸۳	۷۱	-۱۹۳۳۱	۱۵۲	-۱۷۹۳۱	-۱۸۳	-۱۲۷۰۰	۶۷۰	۷۳۶۷	۱٫۵
۱۲۵	۸۹	-۶۹	۵۵	-۷۲	-۲۵۸	۷	۵۵۰	۵۷	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۸۲	۱۱۱	-۳۳	-۹۳۳	-۵۷	-۱۸۵۵	۲۷۳	۳۰۰۸	۳۳۰	۷۵۰۸	۳٫۰
-	-	-	-	۹۲۷	-	۹۲۷	-	-	-	-
۱۷۱	۸۷	۹۰	-	۱۰۰	-	-	-	-	۵۹۷۷	-
-	-	-	-۳۶۹	-	-۳۶۹	-	-	-	-	-
-	-	-	-۱۵۸۲	-	-۱۶۷۸	-	۳۳۰	-	-	-
۱۲۲	۱۰۲	-۱۱۳	۳۰۱	-۲۳۳	-۵۱۶	۰	۸۳۸	-	۱۸۵۳	۵٫۵
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۳۳	۹۲	-۳۱۰	-۳۶۷۹	-۳۷۶	-۳۷۹۲	-	۱۸۳	۱۶۰	۱۱۳۸۲	۳٫۳

- جاری -

نمبر شمار	ملک	کل تجارت (ملین ڈالر)		اوسط سالانہ نمو (فیصد)			
		برآمدات	درآمدات	برآمدات		درآمدات	
		۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء
۵۲	ملائشیا	۴۰۷۰۵	۳۸۳۶۱	۴٫۸	۲۲٫۳	۳٫۷	۷٫۹
۵۳	مالدیپ	-	-	-	-	-	-
	یورپ						
۵۴	البانیہ	-	-	-	-	-	-
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-	-

تجارت کی کیفیت (۱۹۸۷ء = ۱۰۰)		توازن ادائیگی (ملین ڈالر)				بیرون ملک افراد کی بھیجی ہوئی رقم (ملین ڈالر)		زرمبادلہ کے ذخائر (ملین ڈالر)		جتنے ماہ کے لیے کافی ہیں
		سرکاری ادائیگی کے بعد		سرکاری ادائیگی سے پہلے						
۱۹۸۵ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء
۱۱۷	۹۳	۸	-۱۶۳۹	۲	-۱۶۳۶	-	-	۶۶۷	۱۸۰۲۳	۳.۵
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء

جدول ۶ - بیرونی قرضے

نمبر شمار	ملک	طویل المیعاد قرضہ (ملین ڈالر)		آئی ایم ایف کے قرض کا استعمال (ملین ڈالر)		قلیل مدتی قرض (ملین ڈالر)		کل بیرونی قرضہ (ملین ڈالر)		قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) اصل زر	
		۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
	افریقہ										
۱	الجزائر	۱۷۰۳۴	۲۴۷۶۲	-	۷۹۵	۲۳۲۵	۷۹۳	۱۹۳۵۹	۲۶۳۴۹	۲۵۲۹	۶۹۵۱
۲	بینن	۳۳۴	۱۳۲۲	۱۶	۲۲	۷۴	۲۳	۳۲۴	۱۳۶۷	۶	۱۴
۳	برکنیوفاسو	۲۸۱	۹۹۴	۱۵	۹	۳۵	۵۴	۳۳۰	۱۰۵۵	۱۱	۱۴
۴	کیمیرون	۲۱۸۳	۵۷۵۹	۵۹	۶۴	۲۷۱	۷۳۲	۲۵۱۳	۶۵۵۴	۸۲	۷۶
۵	چاڈ	۲۰۳	۶۶۷	۱۴	۳۰	۱۱	۳۲	۲۲۹	۷۲۹	۳	۳
۶	کوموروز	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۸	مصر	۱۶۴۷۷	۳۶۴۲۵	۴۱۱	۲۰۲	۴۰۲۷	۳۳۹۱	۲۰۹۱۵	۴۰۰۱۸	۳۶۸	۱۱۶۷
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۱۲۷۲	۲۹۷۸	۱۵	۸۱	۲۲۸	۷۲۰	۱۵۱۴	۳۷۹۸	۲۷۹	۹۹
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۲	گنی	۱۰۰۴	۲۴۶۶	۳۵	۶۴	۷۱	۱۲۲	۱۱۱۰	۲۶۵۱	۷۵	۴۷
۱۳	گنی بساؤ	۱۲۸	۵۸۰	۱	۵	۵	۴۹	۱۳۴	۶۳۴	۳	۳
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۶۶۹	۲۴۷۲	۳۹	۶۵	۲۴	۵۷	۷۳۲	۲۵۹۵	۶	۱۹
۱۶	ماریطانیہ	۷۱۴	۱۸۵۵	۶۲	۵۸	۶۵	۳۸۹	۸۴۰	۲۳۰۱	۱۷	۵۰

قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) سود		بیرونی قرضہ				کل قرض کی ادائیگی (برآمدات کا فی صد)		سود کی رقم (برآمدات کا فی صد)	
		برآمدات کا فی صد		کل قومی پیداوار کا فی صد					
۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۱۴۳۹	۱۸۹۱	۲۴۳٫۸	۱۹۸٫۹	۴۷٫۷	۵۹٫۹	۲۷٫۳	۷۱٫۳	۱۰٫۴	۱۶٫۶
۳	۱۰	۱۸۶٫۴	۱۱۸٫۷	۴۳٫۰۰	۳۳٫۹	۶٫۳	۴٫۱	۴٫۵	۱٫۹
۶	۱۴	۹۹٫۹	۱۱۰٫۶	۱۸٫۹	۲۰٫۳	۵٫۹	۶٫۲	۳٫۱	۳٫۵
۱۰۴	۸۴	۱۸۴٫۰	۲۶۹٫۸	۳۹٫۴	۵۹٫۷	۱۵٫۲	۱۶٫۲	۸٫۱	۷٫۴
۰	۶	۱۰۰٫۱	۱۵۷٫۲	۲۰۸	۲۹٫۴	۸٫۳	۵٫۴	۰٫۷	۳٫۱
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۳۷۸	۸۳۸	۳۷۸٫۲	۱۴۷٫۸	۱۴۳٫۷	۶۷٫۷	۱۴٫۷	۱۵٫۵	۹٫۱	۶٫۵
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۱۱۹	۲۳۵	۱۵۰٫۱	۱۴۲٫۱	۷۶٫۹	۶۸٫۹	۱۷٫۷	۱۶٫۵	۶٫۳	۱۱٫۳
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۲۳	۳۳	۲۱۷٫۴	۲۴۷٫۴	۶۰٫۴	۵۵٫۰	۱۹٫۸	۱۲٫۴	۶٫۰	۵٫۳
۱	۳	۱۹۳۸٫۱	۶۴۱۴٫۲	۱۷۹٫۶	۲۰۰٫۵	-	۹۲٫۷	-	۴۴٫۸
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۳	۱۳	۲۴۳٫۳	۲۵۴٫۳	۵۳۸	۵۲٫۹	۵٫۱	۷٫۴	۲٫۳	۳٫۰
۱۳	۲۰	۲۹۱٫۱	۳۳۲٫۴	۱۵۵٫۴	۱۵۸٫۴	۱۷٫۳	۱۷٫۲	۷٫۹	۶٫۱

نمبر شمار	ملک	طویل المعیاد قرضہ (ملین ڈالر)		آئی ایم ایف کے قرض کا استعمال (ملین ڈالر)		قلیل مدتی قرض (ملین ڈالر)		کل بیرونی قرضہ (ملین ڈالر)		قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) اصل زر	
		۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۱۷	مراکش	۸۴۷۵	۲۰۵۳۶	۴۵۷	۴۳۹	۷۷۸	۳۳۱	۹۷۱۰	۲۱۳۰۵	۵۶۵	۹۲۷
۱۸	نائجر	۶۸۷	۱۵۶۷	۱۶	۶۱	۱۵۹	۸۳	۸۶۳	۱۷۱۱	۲۳	۴
۱۹	نائجیریا	۵۳۸۱	۲۸۷۸۹	۰	۰	۳۵۵۳	۲۱۷۰	۸۹۳۴	۳۰۹۵۹	۶۵	۲۰۶۹
۲۰	سینی گال	۱۱۱۴	۲۹۸۲	۱۴۰	۲۷۱	۲۱۹	۳۵۴	۱۴۷۳	۳۶۰۷	۱۵۲	۷۹
۲۱	سیئرالیون	۳۲۳	۶۸۰	۵۹	۹۲	۵۳	۴۹۲	۴۳۵	۱۲۶۵	۳۲	۱۱
۲۲	صومالیہ	۵۹۵	۱۸۹۸	۱۸	۱۵۴	۴۷	۳۹۵	۶۶۰	۲۳۴۷	۷	۰
۲۳	سوڈان	۳۱۴۷	۹۴۸۰	۴۳۱	۹۲۴	۵۸۵	۵۷۹۰	۵۱۶۳	۱۶۱۹۳	۵۳	۱۴
۲۴	تیونس	۳۳۹۰	۷۶۴۴	۰	۲۹۰	۱۳۶	۵۴۱	۳۵۲۶	۸۴۷۵	۲۱۶	۸۵۴
۲۵	یوگنڈا	۵۴۳	۲۴۹۶	۸۹	۳۴۴	۶۴	۱۵۸	۶۹۷	۲۹۹۷	۳۲	۲۵
ایشیا (ا)											
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۸	بحرین	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۳۵۰۸	۳۰۶۵	۰	۰	۰	۱۱۱۰۲	۳۵۰۸	۱۳۱۶۷	۵۳۱	۱۹۵
۳۱	عراق	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۲	اردن	۱۳۸۶	۶۹۱۴	۰	۱۱۲	۳۸۶	۹۰۴	۱۹۷۱	۷۹۲۹	۱۰۳	۳۷۸

قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) سود		بیرونی قرضہ				کل قرض کی ادائیگی (برآمدات کا فی صد)		سود کی رقم (برآمدات کا فی صد)	
		برآمدات کا فی صد		کل قومی پیداوار کا فی صد					
۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۲۰۷	۹۳۰	۲۸۹٫۰۰	۲۲۲٫۱	۸۴٫۶	۷۱٫۲	۳۲٫۷	۲۳٫۰۰	۱۷٫۰۰	۱۱٫۳
۱۶	۴	۲۷۷٫۲	۳۳۸٫۲	۲۴۹٫۲	۵۰۹	۲۱٫۷	۱۴٫۲	۱۲٫۹	۴٫۶
۴۴۰	۱۶۵۳	۳۵۶٫۵	۲۳۲٫۵	۱۰۷٫۱	۱۰۸٫۴	۴٫۲	۲۸٫۹	۳٫۳	۱۳٫۰
۶۷	۴۲	-	-	-	-	-	-	-	-
۸	۱۱	۴۸۵٫۳	۵۷۴٫۰	۹۲٫۴	۱۵۸٫۳	۲۳٫۲	۲۰٫۵	۵٫۷	۱۰٫۹
۲	۰	۲۲۹۵٫۴	-	۱۵۳٫۱	-	۴٫۹	-	۰٫۹	-
۴۹	۱۱	۱۱۸۸٫۰	۲۹۶۱٫۸	-	-	۲۵٫۵	۵٫۴	۱۲٫۸	۲٫۵
۲۱۲	۳۹۸	۱۱۶٫۲	۱۱۲٫۳	۶۰٫۳	۴۹٫۶	۱۴٫۸	۲۰٫۶	۶٫۹	۶٫۹
۴	۱۹	۵۲۴٫۴	۹۰۶٫۵	۴۹٫۶	۵۸٫۹	۱۷٫۴	۴۰٫۲	۳٫۸	۱۳٫۵
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۴۴۲	۶۸	۴۶٫۸	۶۹٫۷	۵٫۳	۱۲٫۵	۶٫۸	۴٫۰	۳٫۱	۳٫۰
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۷۹	۲۷۹	۲۱۷٫۵	۲۰۳۱	۱۷۸٫۴	۱۶۳٫۲	۸٫۴	۲۰٫۰	۴٫۳	۹٫۲

- جاری -

نمبر شمار	الملک	طویل المیعاد قرضہ (ملین ڈالر)		آئی ایم ایف کے قرض کا استعمال (ملین ڈالر)		قلیل مدتی قرض (ملین ڈالر)		کل بیرونی قرضہ (ملین ڈالر)		قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) اصل زر	
		۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۳۳	قازقستان	۰	۱۶	۰	۰	۰	۹	۰	۳۵	۰	۰
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۵	کویت	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۶	لبنان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۷	اومان	۴۳۶	۲۳۴۰	۰	۰	۱۶۳	۵۱۵	۵۹۹	۲۸۵۵	۱۷۹	۳۴۰
۳۸	پاکستان	۸۵۲۵	۱۸۵۵۰	۶۷۴	۱۱۲۷	۷۳۷	۴۳۹۴	۹۹۳۶	۲۴۰۷۲	۳۴۶	۱۱۳۳
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۰	قطر	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۲	شام	۲۹۱۸	۱۴۳۴۱	۰	۰	۶۳۱	۲۱۴۰	۳۵۴۹	۱۶۴۸۱	۲۲۵	۶۴۲
۴۳	تاجکستان	۰	۱۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱۰	۰	۰
۴۴	ترکی	۱۵۵۷۵	۴۰۳۷۱	۱۰۵۴	۰	۲۴۹۴	۱۱۷۰۱	۱۹۱۲۳	۵۴۷۷۲	۵۶۶	۴۵۵۶
۴۵	ترکمنستان	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۶	عرب امارات	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۷	ازبکستان	۰	۱۶	۰	۰	۰	۰	۰	۱۶	۰	۰
۴۸	یمن	۱۴۵۳	۵۳۴۱	۴۸	۰	۱۸۳	۱۲۵۶	۱۶۸۴	۶۵۹۸	۲۵	۸۵

قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) سود		بیرونی قرضہ برآمدات کا فی صد		بیرونی قرضہ کل قومی پیداوار کا فی صد		کل قرض کی ادائیگی (برآمدات کا فی صد)		سود کی رقم (برآمدات کا فی صد)	
۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۰	۰	۰۰	۰٫۷	۰٫۰	۰٫۱	۰۰	۰٫۰	۰۰	۰٫۰
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۴۴	۱۵۳	۶۳٫۳	۴۷٫۳	۳۹٫۱	۲۷٫۰	۶٫۳	۹٫۰	۱٫۸	۳٫۲
۲۴۷	۵۹۰	۱۶۹٫۳	۱۸۸٫۴	۳۱٫۳	۳۶٫۸	۱۷٫۹	۲۳٫۶	۷٫۶	۹٫۹
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۷۷	۱۶۸	۲۳۹٫۷	۲۵۵٫۳	۱۰۱٫۸	۰۰	۱۱٫۴	۱۸٫۲	۴٫۷	۵٫۳
۰	۰	۰							
۴۸۷	۲۸۷۶	۱۷۸٫۶	۱۸۷٫۷	۵۰٫۶	۴۷٫۸	۲۸٫۰	۳۱٫۹	۱۴٫۹	۱۳٫۳
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۰	۰	۰	۰	۰٫۰	۰٫۱	-	-	-	-
۱۰	۲۵	۱۳۵٫۰	۳۲۹٫۸	۶۵٫۰	-	-	۷٫۰	-	۱٫۶

– جاری –

نمبر شمار	ملک	طویل المیعاد قرضہ (ملین ڈالر)		آئی ایم ایف کے قرض کا استعمال (ملین ڈالر)		قلیل مدتی قرض (ملین ڈالر)		کل بیرونی قرضہ (ملین ڈالر)		قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) اصل زر	
		۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء
ایشیا (۲)											
۴۹	بنگلہ دیش	۳۴۱۷	۱۲۲۲۶	۴۲۲	۷۳۲	۲۱۲	۲۳۱	۴۰۵۳	۱۳۱۸۹	۶۳	۳۰۳
۵۰	برونائی	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۱۸۱۶۹	۶۶۱۸۰	۰	۰	۲۷۷۵	۱۸۲۰۴	۲۰۹۴۴	۸۴۳۸۵	۹۴۰	۴۶۹۵
۵۲	ملائشیا	۵۲۵۶	۱۶۱۹۸	۰	۰	۱۳۵۵	۳۶۳۹	۶۶۱۱	۱۹۸۳۷	۱۲۷	۱۷۰۷
۵۳	مالدیپ	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
یورپ											
۵۴	البانیہ	۰	۱۱۲	۰	۱۳	۰	۴۹۹	۰	۶۲۵	۰	۰
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) سود		بیرونی قرضہ				کل قرض کی ادائیگی (برآمدات کا فی صد)		سود کی رقم (برآمدات کا فی صد)	
		برآمدات کا فی صد		کل قومی پیداوار کا فی صد					
۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۴۷	۱۶۵	۲۲۰٫۴	۱۹۸٫۱	۲۶٫۴	۲۹۸٫۵	۲۳٫۲	۱۷٫۱	۶٫۴	۵٫۲
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۸۲۴	۲۷۲۷	۱۸۴٫۹	۲۱۲٫۲	۵۲٫۶	۶۱٫۹	۱۳٫۹	۳۲٫۱	۶٫۵	۱۱٫۷
۲۵۰	۸۱۲	۵۴٫۳	۴۱٫۵	۴۳٫۹	۳۵٫۲	۶٫۳	۶٫۶	۳٫۰	۲٫۴
-	-	-	-	-	-		-	-	-
۰	۰	۰٫۰	۲۴۳٫۷	-	-	۰٫۰	۰٫۸	۰٫۰	۰٫۸
-	-	-	-	-	-		-	-	-
-	-	-	-	-	-		-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء

جدول ۷ - ہیکل اساسی (INFRASTRUCTURE)

نمبر شمار	ملک	تعلیمی ادارے			صحت		توانائی
		پرائمری	ثانوی	جامعات	ہسپتال	بستر	بجلی کلوواٹ
	افریقہ						
۱	الجزائر	۱۱۳۲۷	۱۳۷۹	۱۰	۲۳۸	۵۵۲۶۵	۱۳۹۶۹
۲	بینن	۲۸۵۰	۱۸۳	۱	-	-	۵۰۰
۳	برکینیوفاسو	۱۷۵۸	۱۲۶	۱	-	-	۱۳۰۰۵
۴	کیمیرون	۵۹۳۱	۳۸۸	۱	-	-	۲۳۵۹۰۰
۵	چاڈ	۱۱۳۹	۴۸	۱	-	-	۵۲۰۰
۶	کوموروز	-	-	-	-	-	۱۰۰۰
۷	جیبوتی	۵۹	۳۱	-	۷	۱۱۸۵	۱۷۵۰۰
۸	مصر	۲۶۲۱۶	-	۱۲	۶۲۷۸	۱۰۰۳۰۳	۳۵۳۱۰۰۰
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	-	-	-	-	-	۸۷۷۰۰
۱۱	گیمبیا	۱۸۹	۳۲	-	-	-	۳۲۰۰
۱۲	گنی	۲۳۱۵	۲۶۰	۲	-	-	۳۹۷
۱۳	گنی بساؤ	۶۶۸	۱۶	-	-	-	۱۳۰۰
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۱۳۳۵	-	-	-	-	۱۷۲
۱۶	ماریطانیہ	۹۳۷	-	۱	۱۵	۱۳۲۳	۹۲۰۰
۱۷	مراکش	-	-	۷	۹۰	۲۵۲۵۳	۸۸۳۴۰۰

ٹرانسپورٹ			فضائی نظام			ٹیلیفون
شاہراہیں کلومیٹر	ریلوے لائن کلومیٹر	بندرگاہی صلاحیت (ملین ٹن)	ائرپورٹ تعداد	مسافر (بہ حساب ملین کلومیٹر)	اشیاء (ملین ٹن کلومیٹر)	(تعداد ہزاروں میں)
۴۳۰۰۰	۱۸۳۵		۵	۳۵۷۹	۲۱٫۰	۱۰۵۱
۷۴۴۵	۶۳۵	۱٫۳	۱	۲۱۱٫۰	۱۴٫۷	۱۶
۵۵۰	۱۴۰۰		۲	۲۲۲	۱۷٫۴	۱۶
۷۵۰۰	۱۱۱۵	۳٫۵	۲	۵۴۰٫۰	۵۵٫۵	۶۱
۲۵۳	-	-	۲	۲۲۰٫۰	۱۷٫۵	۹
۷۵۰	-	-	۱	-	-	۴
۳۰۳۷	۷۸۱	۰٫۲*	۱	-	۰٫۱	۷
-	۵۳۵۵	۱۲٫۰	۲	۶۱۹۲٫۰	۱۴۱٫۶	۱۴۵۰
-	-	-	-	-	-	-
۶۸۹۸	۶۷۰	۵٫۹*	۳	۴۶۸	۳۱٫۸	-
۲۳۵۲	۰۰	۰٫۹	۱	-	-	۹
۲۹۱۰۸	۷۹۷	۱۲٫۱	۱	۱۴۴	۰٫۷	-
۴۰۰	-	-	۱	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-
۱۱۵۵۶	۶۴۲	-	-	-	-	۱۵
۲۱۲۳	۶۷۰	۱٫۲	۲	-	-	۴
۱۰۵۰۷	۲۰۰۰	-	۸	۱٫۷	۴۷۷۰۰	۳۶۱

– جاری –

نمبر شمار	الملک	تعلیمی ادارے			صحت		توانائی
		پرائمری	ثانوی	جامعات	ہسپتال	بستر	بجلی کلوواٹ
۱۸	نائجر	۱۹۷۶	-	۳	-	-	۱۶۰٫۰
۱۹	نائجیریا	-	-	-	-	-	-
۲۰	سینی گال	۳۱۷۱	۱۶۷	۱	-	-	۷۶۳٫۰
۲۱	سیرالیون	۱۲۶۷	۱۸۴	-	-	-	۱۸۴٫۰
۲۲	صومالیہ	۱۲۲۴	-	-	۹۰	۵۵۳۶	۱۰۹٫۱
۲۳	سوڈان	-	-	۶	۱۷۷	۱۸۱۵۳	۱۰۶۱٫۰
۲۴	تیونس	۳۷۷۴	۵۴۶	۶	۲۰۱	۱۷۵۲۶	۵۱۶۹
۲۵	یوگنڈا	-	-	-	-	-	۶۵۶٫۰
	ایشیا (۱)						
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	-	-	-	-	-	-
۲۸	بحرین	۱۳۹	-	-	۶	-	۳۹۹۶
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۷۷۵۸	۳۸۴۴	۴۴	-	-	۳۹۲۲۰٫۰
۳۱	عراق	۸۳۶۰	۲۶۰۳	۶	۲۵۶	۲۸۸۹۱	۲۲۸۶۰
۳۲	اردن	-	-	۳	-	۵۶۳۵	۳۲۶۲٫۰
۳۳	قازقستان	-	-	-	-	-	-
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-	-	-

ٹرانسپورٹ			فضائی نظام			ٹیلیفون
شاہراہیں کلومیٹر	ریلوے لائن کلومیٹر	بندرگاہی صلاحیت (ملین ٹن)	ائرپورٹ تعداد	مسافر (بہ حساب ملین کلومیٹر)	اشیاء (ملین ٹن کلومیٹر)	(تعداد ہزاروں میں)
۹۸۶۲	-	-	۲	-	-	۱۱
-	-	-	-	-	-	-
۴۵۶۰	۱۱۸۶	۴٫۰	۱	-	-	۳۶
-	۸۳	۱٫۳*	۱	-	-	۱۳
-	-	۰٫۳*	۱	-	-	-
۴۰۱۸	۵۵۰۰	۸٫۰	-	-	-	-
۱۶۹۲۳	۲۱۹۰	۶٫۶	۵	۴٫۲	۲۵۰۸۹	۳۳۳
۲۶۲۹۰	۱۲۸۶	-	۱	-	-	۱۶
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	۱	-	-	۱۳۱
-	-	-	-	-	-	-
۵۱۸۰۹	۳۵٫۶۷	۹٫۰	۲	۳۰۹۰٫۰	۱۰۳٫۳	۲۱۰۳
۳۶۳۳۸	۳۰۲۹	۰۰	۳	۱۵۲۵٫۰	۵۶٫۳	۸۸۶
۳۱۲۲	۶۵۸	۱۸٫۷	۳	۱٫۱۳۲	۳۳۳۰٫۱	۲۸۰
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-

نمبر شمار	الملک	تعلیمی ادارے			صحت		توانائی
		پرائمری	ثانوی	جامعات	ہسپتال	بستر	بجلی کلوواٹ
۳۵	کویت	۱۹۵	۲۹۹	-۱	۲۳	۶۱۳۹	۱۹۹۹۸
۳۶	لبنان	-	-	۶	-	-	۳۶۰۰
۳۷	اومان	۳۷۰	۳۳۳	۱	۴۷	۳۳۳۸	۳۷۷۲٫۷
۳۸	پاکستان	۸۳۸۷۲	۱۱۳۶۶	۲۱	۷۰۶	۵۶۶۵۷	۳۱۶۳۰٫۰۰
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-	-
۴۰	قطر	۹۷	-	۱	۴	۷۳۳	۴۵۰۰۰٫۰۰
۴۱	سعودی عرب	۸۶۳۱	۴۱۵۳	۷	۱۸۰	۳۰۹۲۱	۲۵۲۰۰
۴۲	شام	-	-	۴	۲۱۳	۱۳۵۰۵	۷۰۳۲
۴۳	تاجکستان	-	-	-	-	-	-
۴۴	ترکی	۵۰۷۴۷	۵۲۱۶	۲۹	۸۱۲	۱۱۶۰۶۱	۵۲۰۳۳۲
۴۵	ترکمنستان	-	-	-	-	-	-
۴۶	عرب امارات	-	-	۱	۲۶	۴۲۸۵	۱۳۷۰۰٫۰۰
۴۷	ازبکستان	-	-	-	-	-	-
۴۸	یمن	-	-	-	۶۸	۸۲۹۲	۱۱۸۳
	ایشیا (۲)						
۴۹	بنگلہ دیش	۴۳۹۹۲	۸۹۸۳	۷	۸۷۵	۳۳۰۴۰	۶۸۶۶٫۰۰
۵۰	برونائی	-	۳۵	-	-	-	۱۰۳۰
۵۱	انڈونیشیا	۱۴۴۵۶۱	۲۶۲۳۶	۶۲	۱۴۳۶	۱۱۲۳۲۸	۳۶۵۱۰٫۰۰

ٹرانسپورٹ			فضائی نظام			ٹیلیفون
شاہراہیں کلومیٹر	ریلوے لائن کلومیٹر	بندرگاہی صلاحیت (ملین ٹن)	ائرپورٹ تعداد	مسافر (بہ حساب ملین کلومیٹر)	اشیاء (ملین ٹن کلومیٹر)	(تعداد ہزاروں میں)
۳۸۰۰۰	-	۷٫۲	۱	۳۸۰۳٫۰۰	۱۶۴٫۳	۳۶۱
۱۹۹۰	۲۲۲		۱	۹۳۰	۱۹۹٫۸	۰۰
۲۰۶۰۵	-	۲۲٫۱	۲	۱۲۴۵٫۰	۳۲٫۶	۷۹
۱۱۲۱۴۷	۸۷۷۵	۳۰٫۹	۵	۱۹۴۳٫۵	۳۸۸٫۰	۷۴۰
-	-	-	-	-	-	-
۱۰۸۰	-	-	۱	-	-	۱۳۴
۳۱۴۳۹	۸۹۳	۲۰٫۸	۴	۱۵۹۶٫۰	۲۳۰٫۵	۰۰
۲۸۹۶۰	۲۰۳۷	۸٫۵	۱	۹۴۲٫۰	۱۵٫۷	۶۸۵
-	-	-	-	-	-	-
۵۸۵۵۲	۸۴۳۰	۵۶٫۷	۶	۴۲۵۳	۴۴۹٫۰	۷۴۶۷
-	-	-	-	-	-	-
-	-	۵۷٫۹*	۵	-	-	۵۵۴
-	-	-	-	-	-	-
۴۰۶۹	-	-	۴	-	-	۱
۶۲۴۰	۴۴۳۹	۸٫۵	۱	-	-	-
۱۴۸۰	-	-	۱	-	-	۴۹
۲۳۴۰۵۹	-	۴۳٫۷	۷	۱۱۷۲۴٫۰	۳۵۰۰٫۰	۱۰۱۵

نمبر شمار	ملک	تعلیمی ادارے			صحت		توانائی
		پرائمری	ثانوی	جامعات	ہسپتال	بستر	بجلی کلوواٹ
۵۲	ملائشیا	۶۷۹۵	۱۳۰۰	۷	۲۵۷	۳۷۳۶۰	۱۹۲۸۷،۰۰
۵۳	مالدیپ	۲۴۳	۲۰	-	-	-	۱۳،۰۰
	یورپ						
۵۴	البانیہ	-	-	-	-	-	-
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-	-

ٹرانسپورٹ			فضائی نظام			ٹیلیفون
شاہراہیں کلومیٹر	ریلوے لائن کلومیٹر	بندرگاہی صلاحیت (ملین ٹن)	ائرپورٹ تعداد	مسافر (بہ حساب ملین کلومیٹر)	اشیاء (ملین ٹن کلومیٹر)	(تعداد ہزاروں میں)
۳۰۱۷۴	۲۰۹۸	۷۵٫۴	۵	۸۶۵۲٫۰	۳۸۵٫۹	۱۶۴۵
-	-	-	۱	-	-	۲
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-

ماخذ : او آئی سی ممالک کے متعلق معلومات - شمارہ - ۱ (ہیکل اساسی) - ۱۹۹۱ء (ترکی)

جدول ۸- صنعتی توانائی

نمبر شمار/ملک		سالانہ فی صد نمو				توانائی کا استعمال (بہ شکل تیل)	
		توانائی کی پیداوار		توانائی کی کھپت		فی کس کلو گرام	
		۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۹۲-۹۳ء	۱۹۷۱ء	۱۹۹۲ء
افریقہ							
۱	الجزائر	۵٫۰	۴٫۸	۱۴٫۹	۵٫۵	۲۵۵	۹۸۸
۳	بینن	۰۰	۱۲٫۴	۱٫۶	-۳٫۴	۴۰	۱۹
۳	برکینیوفاسو	۰۰	۰۰	۲٫۷	۱٫۱	۹	۱۶
۴	کیمیرون	۴۶٫۶	۶٫۵	۸٫۳	۱٫۶	۶۰	۷۷
۵	چاڈ	-	-	۴٫۱	۰٫۵	۱۸	۱۶
۶	کوموروز	-	-	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-	-	-	-
۸	مصر	۱۴٫۲	۴٫۴	۸٫۹	۶٫۱	۲۱۳	۵۸۶
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۵٫۶	۵٫۳	۴٫۸	۰٫۶	۸۱۰	۷۸۴
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-	-	-
۱۲	گنی	۱۴٫۱	۳٫۹	۲٫۳	۱٫۴	۷۰	۶۹
۱۳	گنی بساؤ	-	-	۴٫۱	۲٫۱	۳۵	۳۷
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۸٫۴	۵٫۶	۷٫۹	۲٫۰	۱۶	۲۲
۱۶	ماریطانیہ	-	-	۵٫۰	۰٫۴	۱۰۵	۱۰۸
۱۷	مراکش	۲٫۹	-۲٫۵	۸٫۳	۳٫۷	۱۵۵	۲۷۸

توانائی کی درآمد بیرونی تجارت کا فی صد		توانائی کی کل پیداوار (تیل کی شکل میں میٹرک ٹن)	
۱۹۷۱ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۸۸ء
۵	۲	۷۰۲۳۴	۸۷۱۹۵
۷	۲۶	-	۲۷۵
۲۸	۵۸	-	-
۷	۱	۲۸۱۵	۸۶۹۹
۳۹	۲۶	۰۰	۰۰
-	-	-	-
-	-	-	-
۹	۴	۳۱۶۱۸	۳۹۴۰۱
-	-	-	-
۱	۱	۹۰۵۶	۸۰۳۳
-	-	-	-
-	-	۷	۱۵
۱۰۲	۸۷	-	-
-	-	-	-
۱۶	۵۷	۴	۱۴
۴	۸	-	۲
۹	۲۸	۶۷۰	۶۱۵

نمبر شمار	الملک	سالانہ فی صد نمو				توانائی کا استعمال (بہ شکل تیل)	
		توانائی کی پیداوار		توانائی کی کھپت		فی کس کلو گرام	
		۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۹۲-۹۲ء	۱۹۷۱ء	۱۹۹۲ء
۱۸	نائجر	-	۲٫۹	۱۱٫۹	۲٫۳	۱۷	۳۹
۱۹	نائجیریا	۲٫۵	۲٫۰	۱۸٫۷	۱٫۳	۴۰	۱۲۸
۲۰	سینی گال	-	-	۵٫۶	۰٫۳	۱۲۱	۱۱۱
۲۱	سیرالیون	-	-	۰٫۴	۰٫۳	۱۳۳	۷٫۳
۲۲	صومالیہ	-	-	۲۲٫۷	-۹٫۱	۱۶	۷
۲۳	سوڈان	۱۰٫۳	۳٫۰	۲٫۵	۴٫۴	۷۲	۶۹
۲۴	تیونس	۴٫۵	-۱٫۰	۹٫۵	۴٫۰	۳۶۴	۵۶۷
۲۵	یوگنڈا	-۴٫۰	۲٫۴	-۷٫۰	۳٫۷	۵۸	۲۴
	ایشیا (ا)						
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	-	-	-	-	-	-
۲۸	بحرین	-	-	-	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	-۷٫۷	۶٫۹	۸٫۱	۷٫۰	۷۰۴	۱۲۵۶
۳۱	عراق	-	-	-	-	-	-
۳۲	اردن	-	-	۱۴٫۷	۴٫۳	۳۳۴	۸۱۳
۳۳	قازقستان	-	-	-	-	۰۰	۴۷۲۲
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-	-	-

توانائی کی درآمد بیرونی تجارت کا فی صد		توانائی کی کل پیداوار (تیل کی شکل میں میٹرک ٹن)	
۱۹۷۱ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۸۸ء
۱۲	۲۱	۱۴	۱۰۸
۱	۱	۱۰۵۷۵۷	۷۱۵۳۳
۱۱	۲۳	-	-
۱۰	۱۸	-	-
۸	۸	-	-
۸	۴۱	-	-
۷	۱۲	۷۸۰۲	-۵۳۳۸
۱	۷۳	۵۴	۵۱
-	-	۲۵۴۰	۲۸۸۷
-	-	-	-
-	-	-	-
-	-	-	-
۰	۰	۸۱۰۹۵	۱۳۶۲۰۰
-	-	۱۳۷۵۹	۱۳۵۸۸۸
۵۵	۴۸	۰۰	۱۸
۰۰	۰۰	-	-
-	-	-	-

- جاری -

نمبر شمار	الملک	سالانہ فی صد نمو				توانائی کا استعمال (بہ شکل تیل)	
		توانائی کی پیداوار		توانائی کی کھپت		فی کس کلو گرام	
		۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۹۲-۹۲ء	۱۹۷۱ء	۱۹۹۲ء
۳۵	کویت	-	-	-	-	-	-
۳۶	لبنان	-	-	-	-	-	-
۳۷	اومان	۱٫۰	۸٫۸	۴۱٫۳	۱۱٫۱	۱۳۲	۳۰۷۰
۳۸	پاکستان	۶٫۹	۷٫۳	۵٫۸	۶٫۹	۱۱۱	۲۲۳
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-	-
۴۰	قطر	-	-	-	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	۷٫۵	-۰٫۳	۲۱٫۰	۵٫۵	۱۰۶۵	۴۴۶۳
۴۲	شام	۷٫۸	۱۰٫۰	۱۱٫۵	۵٫۰	۴۱۸	۸۳۲
۴۳	تاجکستان	-	-	-	-	-	-
۴۴	ترکی	۵٫۸	۴٫۰	۷٫۷	۵٫۳	۳۷۷	۹۴۸
۴۵	ترکمنستان	-	-	-	-	-	-
۴۶	عرب امارات	۶٫۷	۵٫۹	۲۷٫۳	۹٫۹	۴۳۲۵	۱۳۶۳۱
۴۷	ازبکستان	-	-	-	-	-	-
۴۸	یمن	-	-	۷٫۶	۷٫۱	۱۱۱	۲۴۱
	ایشیا (۲)						
۴۹	بنگلہ دیش	۱۱٫۴	۱۳٫۶	۹٫۰	۸٫۵	۱۸	۵۹
۵۰	برونائی	-	-	-	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۷٫۷	۳٫۵	۱۲٫۵	۷٫۲	۷۲	۳۰۳

توانائی کی در آمد بیرونی تجارت کا فی صد		توانائی کی کل پیداوار (تیل کی شکل میں میٹرک ٹن)	
۱۹۷۱ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۸۸ء
-	-	۹۰۶۰۹	۷۸،۱۸۱
-	-	۷۳	۵۳
۱	۱	۱۳۰۳۰	۳۳۴۳۳
۱۲	۲۱	۷۷۴۴	۱۳۹۰
-	-	-	-
-	-	۲۷۰۴۹	۲۲۳۸۱
۰	۰	۵۰۹۷۳۵	۲۹۶۸۷۱
۱۷	۱۹	۸۵۹۹	۱۳۷۶۸
-	-	-	-
۱۸	۲۶	۱۰۲۸۹	۱۹۳۱۸
-	-	-	-
۴	۵	۹۴۸۰۹	۹۳۰۷۳
-	-	-	-
-	-	-	-
۳۱	۲۱	۱۱۱۲	۳۵۸۰
-	-	-	-
۲	۶	۹۲۱۸۶	۹۸۰۰۳

نمبر شمار/ملک		سالانہ فی صد نمو				توانائی کا استعمال (بہ شکل تیل)	
		توانائی کی پیداوار		توانائی کی کھپت		فی کس کلو گرام	
		۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۹۲-۹۳ء	۱۹۷۱ء	۱۹۹۲ء
۵۲	ملائشیا	۱۹٫۲	۱۲٫۶	۸٫۳	۹٫۶	۴۳۵	۱۴۴۵
۵۳	مالدیپ	-	-	-	-	-	-
یورپ							
۵۴	البانیہ	-	-	-	-	-	-
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-	-

توانائی کی در آمد بیرونی تجارت کا فی صد		توانائی کی کل پیداوار (تیل کی شکل میں میٹرک ٹن)	
۱۹۷۱ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰ء	۱۹۸۸ء
۱۱	۴	۱۳۲۰۵	۳۸۴۴۸
-	-	-	-
-	-	-	-
-	-	-	-
-	-	-	-

ماخذ: ۱- ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء
۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی)

جدول ۹ - مرکزی حکومت کے اخراجات

نمبر شمار	الملک	کل خرچ کا فی صد							
		دفاع		تعلیم		صحت		تعمیرات	
		۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
افریقہ									
۱	الجزائر	-	-	-	-	-	-	-	-
۲	بینن	-	-	-	-	-	-	-	-
۳	برکنیوفاسو	۱۷٫۰	-	۱۵٫۵	-	۵٫۸	-	۷٫۶	-
۴	کیمیرون	۹٫۱	-	۱۲٫۳	-	۵٫۱	-	۸٫۰	-
۵	چاڈ	-	-	-	-	-	-	-	-
۶	کوموروز	-	-	-	-	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-	-	-	-	-	-
۸	مصر	۱۱٫۴	-	۸٫۱	-	۲٫۳	-	۱۳٫۱	۰۰
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۲	گنی	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۳	گنی بساؤ	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۱۱٫۰	-	۱۵٫۷	-	۳٫۱	-	۳٫۰	-
۱۶	ماریطانیہ	-	-	-	-	-	-	-	-

کل خرچ کا فی صد				کل اخراجات		بجٹ بجٹ خسارہ	
اقتصادی خدمات		دیگر		(قومی آمدنی کا فی صد)		قومی آمدنی کا فی صد	
۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
۱۹٫۳	-	۳۴٫۸	-	۱۴٫۱	-	۰٫۳	-
۲۴٫۰	-	۴۱٫۴	-	۵٫۵	۲۰٫۳۱	۰٫۵	-۲٫۲
-	-	-	-	-	۳۲٫۰	-	-۷٫۵
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
۷٫۲	-	۵۷٫۷	-	۵۳٫۷	-	-۱۲٫۵	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	۴۰٫۵	۳۳٫۵	۶٫۸	-۱٫۸
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	۲۳٫۱	-	-۳٫۹
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
۱۱٫۲	-	۵٫۶	-	۲۱٫۶	-	-۳٫۷	-
-	-	-	-	-	-	-	-

نمبر شمار	ملک	کل خرچ کا فی صد							
		دفاع		تعلیم		صحت		تعمیرات	
		۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۱۷	مراکش	۱۷٫۹	۱۲٫۸	۱۷٫۳	۱۸٫۲	۳٫۴	۳٫۰	۶٫۵	۵٫۸
۱۸	نائجر	۳٫۸	-	۱۸٫۰	-	۴٫۱	-	۳٫۸	-
۱۹	نائجیریا	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۰	سینی گال	۱۶٫۸	-	۲۳٫۰	-	۳٫۷	-	۹٫۵	-
۲۱	سیئرالیون	۴٫۱	۹٫۹	۱۴٫۹	۱۳٫۳	۹٫۱	۹٫۶	۳٫۶	۳٫۱
۲۲	صومالیہ	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۳	سوڈان	۱۳٫۲	-	۹٫۸	-	۱٫۴	-	۰٫۹	-
۲۴	تیونس	۱۲٫۲	۵٫۴	۱۷٫۰	۱۷٫۵	۷٫۲	۶٫۶	۱۳٫۴	۱۸٫۶
۲۵	یوگنڈا	۲۵٫۲	-	۱۴٫۲	-	۵٫۱	-	۳٫۲	-
	ایشیا (۱)								
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۸	بحرین	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۱۵٫۹	۱۰٫۳	۲۱٫۳	۲۱٫۷	۶٫۴	۷٫۶	۸٫۶	۱۹٫۹
۳۱	عراق	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۲	اردن	۲۵٫۳	۲۶٫۷	۷٫۶	۱۲٫۹	۳٫۷	۵٫۲	۱۴٫۵	۱۵٫۱

کل خرچ کا فی صد				کل اخراجات		بجٹ بچت / خسارہ	
اقتصادی خدمات		دیگر		(قومی آمدنی کا فی صد)		قومی آمدنی کا فی صد	
۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۲۷.۸	۱۵.۲	۲۷.۱	۴۴.۹	۳۴.۲	۲۹.۸	-۱۰.۰	-۲.۳
۳۲.۴	-	۳۸.۰	-	۱۸.۷	-	-۴.۸	-
-	-	-	-	-	-	-	-
۱۴.۴	-	۳۱.۶	-	۲۳.۹	-	۰.۹	-
-	۲۹.۰	۶۸.۳	۳۵.۲	۲۹.۸	۱۹.۶	-۱۳.۲	-۶.۲
-	-	-	-	-	-	-	-
۱۹.۸	-	۵۴.۹	-	۱۹.۸	-	-۳.۳	-
۲۷.۸	۲۲.۵	۲۲.۴	۲۹.۳	۳۲.۵	۳۲.۸	-۲.۹	-۲.۶
۱۱.۱	-	۳۹.۵	-	۶.۱	-	-۳.۱	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
۲۴.۰	۲۱.۶	۲۳.۷	۱۸.۹	۳۵.۶	۱۹.۷	-۱۳.۷	-۱.۴
-	-	-	-	-	-	-	-
۲۸.۳	۱۰.۷	۲۰.۶	۲۹.۵	-	۴۱.۷	-	-۳.۱

- جاری -

نمبر شمار	الملک	کل خرچ کا فی صد							
		دفاع		تعلیم		صحت		تعمیرات	
		۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۳۳	قازقستان	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۵	کویت	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۶	لبنان	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۷	اومان	۵۱٫۲	۳۵٫۸	۴٫۸	۱۱٫۰	۲٫۹	۵٫۷	۲٫۰	۱۳٫۰
۳۸	پاکستان	۳۰٫۲	۲۷٫۹	۲٫۷	۱٫۶	۱٫۵	۱٫۰	۴٫۱	۳٫۴
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۰	قطر	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۲	شام	۳۵٫۸	۴۲٫۳	۵٫۵	۸٫۶	۰٫۳	۱٫۹	۱۱٫۳	۴٫۰
۴۳	تاجکستان	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۴	ترکی	۱۵٫۲	۱۱٫۳	۱۴٫۲	۲۰٫۰	۳٫۶	۳٫۵	۶٫۱	۳٫۹
۴۵	ترکمنستان	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۶	عرب امارات	۴۷٫۵	-	۱۱٫۷	-	۷٫۹	-	۳٫۹	-
۴۷	ازبکستان	-	-	-	-	-	-	-	-
۴۸	یمن	-	-	-	-	-	-	-	-
	ایشیا (۲)								
۴۹	بنگلہ دیش	۹٫۴	-	۱۱٫۵	-	۶٫۴	-	۵٫۴	-

کل خرچ کا فی صد				کل اخراجات		بجٹ بچت / خسارہ	
اقتصادی خدمات		دیگر		(قومی آمدنی کا فی صد)		قومی آمدنی کا فی صد	
۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
۱۸٫۴	۱۱٫۱	۲۰٫۸	۲۳٫۴	۳۳٫۱	۳۷٫۹	۰٫۵	-۱۳٫۷
۳۷٫۴	۱۱٫۶	۲۳٫۹	۵۴٫۶	۱۷٫۷	۲۱٫۷	-۵٫۸	-۶٫۲
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
۳۱٫۱	۲۸٫۲	۵٫۴	۱۵٫۰	۳۸٫۱	۲۷٫۱	-۹٫۷	۱٫۵
-	-	-	-	-	-	-	-
۳۴٫۰	۱۹٫۵	۲۶٫۹	۳۱٫۸	۲۶٫۳	۲۹٫۴	-۳٫۸	-۶٫۲
-	-	-	-	-	-	-	-
۶٫۱	-	-	-	۱۱٫۶	-	۲٫۰	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
۳۶٫۹	-	۲۰٫۴	-	۱۰	-	۲٫۵	-

— جاری —

نمبر شمار	الملک	کل خرچ کا فی صد							
		دفاع		تعلیم		صحت		تعمیرات	
		۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
۵۰	برونائی	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۱۳٫۵	۶٫۸	۸٫۳	۹٫۸	۲٫۵	۲٫۸	۱٫۸	۲٫۰
۵۲	ملائشیا	۱۳٫۸	۱۰٫۹	۱۸٫۳	۱۹٫۶	۵٫۱	۵٫۹	۷٫۰	۱۱٫۶
۵۳	مالدیپ	-	-	-	-	-	-	-	-
	یورپ								
۵۴	البانیہ	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-	-	-	-

کل خرچ کا فی صد				کل اخراجات		بجٹ بچت / خسارہ	
اقتصادی خدمات		دیگر		(قومی آمدنی کا فی صد)		قومی آمدنی کا فی صد	
۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
-	-	-	-	-	-	-	-
۳۰٫۲	۲۹٫۶	۳۳٫۷	۳۹٫۱	۲۳٫۱	۱۹٫۲	-۲٫۳	۰٫۵
۳۰٫۰	۱۹٫۳	۲۳٫۷	۳۲٫۷	۲۹٫۶	۲۹٫۳	-۶٫۲	۰٫۳
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء

جدول ۱۰- تعلیم

نمبر شمار	الملک	پرائمری، ثانوی اور جامعات میں داخلہ (متعلقہ عمروں کی آبادی کا فی صد - ۱۹۹۱ء)				
		پرائمری		ثانوی		جامعات / کالج
		کل	زنانہ	کل	زنانہ	
	افریقہ					
۱	الجزائر	۹۵	۸۸	۶۰	۵۳	۱۲
۲	بینن	۶۶	۳۹	۱۲	۷	۳
۳	برکینو فاسو	۳۰	۲۴	۸	۵	۱
۴	کیمیرون	۱۰۱	۹۳	۲۸	۲۳	۳
۵	چاڈ	۶۵	۴۱	۷	۳	-
۶	کوموروز	-	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-	-	-
۸	مصر	۱۰۱	۹۳	۸۰	۷۳	۱۹
۹	اریٹریا	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۸۵[1]	۸۱	۸[1]	۵[1]	۳
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-	-
۱۲	گنی	۳۷	۲۴	۱۰	۵	۵[1]
۱۳	گنی بساؤ	۳۹[1]	۲۳[3]	۸[1]	۶[1]	۰[1]
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۲۵	۱۹	۷	۵	۱
۱۶	ماریطانیہ	۵۵	۳۸	۱۳	۱۰	۳
۱۷	مراکش	۶۶	۵۴	۲۸	۲۹	۱۰
۱۸	نائجر	۲۹	۲۱	۶	۴	۱

پرائمری سطح پر شاگرد/استاد نسبت	تعلیم پر خرچ (کل حکومتی خرچ کا فی صد)	شرح ناخواندگی (فی صد)
۲۸	-	۴۳
۳۵	-	۷۷
۵۸	۱۵٫۵[1]	۸۴
۵۱	۱۲٫۴[1]	۴۶
۶۴	-	۷۰
-	-	-
-	-	-
۲۴	۸٫۱[1]	۵۴
-	-	-
۴۴	-	۳۹
-	-	-
۴۹	-	۷۶
۴۵[1]	-	۶۴
-	-	-
۴۷	۱۵٫۷[1]	۶۸
۴۷	-	۶۶
۲۷	۱۸٫۲	-
۴۲	۱۸٫۰[1]	۷۲

- جاری -

نمبر شمار	ملک	پرائمری، ثانوی اور جامعات میں داخلہ (متعلقہ عمروں کی آبادی کا فی صد - ۱۹۹۱ء)				
		پرائمری		ثانوی		جامعات/کالج
		کل	زنانہ	کل	زنانہ	
۱۹	نائجیریا	۷۱	۶۲	۲۰	۱۷	۴
۲۰	سینی گال	۵۹	۴۰	۱۶	۱۱	۳
۲۱	سیئرالیون	۴۸	۳۹	۱۰	۱۲	۱
۲۲	صومالیہ	۱۱[۱]	۵[۱]	۳[۱]	۲[۱]	-
۲۳	سوڈان	۵۰	۴۳	۲۲	۲۰	۳
۲۴	تیونس	۱۱۷	۱۱۰	۴۶	۴۲	۹
۲۵	یوگنڈا	۷۱	۶۳	۱۳	۳۵	۱
	ایشیا (۱)					
۲۶	افغانستان	۹۶[۲]	-	۶۲[۲]	-	-
۲۷	آذربائیجان	-	-	-	-	-
۲۸	بحرین	۱۱۱[۳]	-	۸۶[۳]	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۱۱۲	۱۰۵	۵۷	۴۹	۲۱
۳۱	عراق	-	-	-	-	-
۳۲	اردن	۹۷	۹۸	۹۱	۶۲	۲۵
۳۳	قازقستان	-	-	-	-	-
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-	-
۳۵	کویت	-	-	-	-	-
۳۶	لبنان	-	-	-	-	-

پرائمری سطح پر شاگرد/استاد نسبت	تعلیم پر خرچ (کل حکومتی خرچ کا فی صد)	شرح ناخواندگی (فی صد)
۳۹	-	۳۹
۵۸	۲۳٫۰۰[۱]	۶۲
۳۴	۱۳٫۴	۷۹
۳۳[۱]	-	۷۶
۳۴	۹٫۸[۱]	۷۳
۲۶	-	۳۵
۳۴	۱۷٫۵	۵۲
۲۸[۲]	۱۴٫۹[۱]	۷۶[۳]
-	-	-
۲۰٫۱	-	-
-	-	-
۳۱	۲۱٫۷	۴۶
-	-	-
-۲۴	۱۲٫۹	۲۰
-	-	-
-	-	-
-	-	-
-	-	-

نمبر شمار	الملک	پرائمری، ثانوی اور جامعات میں داخلہ (متعلقہ عمروں کی آبادی کا فی صد - ۱۹۹۱ء)				
		پرائمری		ثانوی		جامعات/کالج
		کل	زنانہ	کل	زنانہ	
۳۷	اومان	۱۰۰	۹۶	۵۷	۵۳	۶
۳۸	پاکستان	۴۶	۳۱	۲۱	۱۳	۳
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-
۴۰	قطر	-	-	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	۷۷	۷۲	۴۶	۴۱	۱۳
۴۲	شام	۱۰۹	۱۰۳	۵۰	۴۳	۱۹
۴۳	تاجکستان	-	-	-	-	-
۴۴	ترکی	۱۱۰	۱۱۰	۵۱	۴۰	۱۵
۴۵	ترکمنستان	-	-	-	-	-
۴۶	عرب امارات	۱۱۵	۱۱۴	۶۹	۷۳	۱۱
۴۷	ازبکستان	-	-	-	-	-
۴۸	یمن	۷۶	۳۷	۳۱	-	-
	ایشیا (۲)					
۴۹	بنگلہ دیش	۷۷	۷۱	۱۹	۱۲	۴
۵۰	برونائی	-	-	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۱۱۶	۱۱۴	۴۵	۴۱	۱۰
۵۲	ملائشیا	۹۳	۹۳	۵۸	۵۹	۷
۵۳	مالدیپ	-	-	-	-	-

پرائمری سطح پر شاگرد/ استاد نسبت	تعلیم پر خرچ (کل حکومتی خرچ کا فی صد)	شرح ناخواندگی (فی صد)
۲۷	۱۱٫۰	-
۴۱	۱٫۶	۶۵
-	-	-
-	-	-
۱۶	-	۳۸
۲۵	۸٫۶	۳۶
-	-	-
۲۹	۲۰۰	۱۹
-	-	-
۱۸	۱۱٫۷ [۱]	۵(سے کم)
-	-	-
۳۷	-	۶۲
۶۳	۱۱٫۵ [۱]	۵۲
-	-	-
۲۳	۹٫۸	۲۳
۲۰	۱۹٫۶	۲۲
-	-	-

- جاری -

نمبر شمار/ملک		پرائمری، ثانوی اور جامعات میں داخلہ (متعلقہ عمروں کی آبادی کا فی صد - ۱۹۹۱ء)				
		پرائمری		ثانوی		جامعات/کالج
		کل	زنانہ	کل	زنانہ	
	یورپ					
۵۴	البانیہ	۱۰۱	۱۰۱	۷۹	۷۴	۷
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-	-

پرائمری سطح پر شاگرد/ استاد نسبت	تعلیم پر خرچ (کل حکومتی خرچ کا فی صد)	شرح ناخواندگی (فی صد)
۱۹	-	-
-	-	-
-	-	-

۱- کوائف برائے ۱۹۷۰ء

۲- کوائف برائے ۱۹۸۸ء

۳- کوائف برائے ۱۹۸۵ء

ماخذ: ۱- ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء (ورلڈ بنک)

۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی)

جدول ۱۱ - صحت عامہ اور شرح اموات

نمبر شمار	ملک	آبادی (۱۹۹۰ء) فی فزیشن	آبادی (۱۹۹۰ء) فی نرس	اطفال کی شرح اموات فی ہزار	پانچ سال سے کم قلت خوراک کے شکار بچے (فی صد تعداد) (۱۹۹۲ء)
	افریقہ				
۱	الجزائر	۲۳۳۰	۳۳۰	۵۵	۹.۲
۲	بینن	۲۸۵۷۰'	۲۶۰۰'	۱۱۰	۳۵۰
۳	برکنیوفاسو	۵۷۳۱۰	۱۶۸۰	۱۳۲	۴۵.۵
۴	کیمیرون	۱۲۱۹۰	۱۶۹۰	۶۱	۱۳.۶
۵	چاڈ	۳۰۰۳۰	۸۰۱۰'	۱۲۲	-
۶	کوموروز	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-	-
۸	مصر	۱۳۲۰	۴۹۰	۵۷	۱۰.۴
۹	اریٹریا	-	-	-	-
۱۰	گابون	۵۲۵۰'	۵۷۰'	۹۴	۲۵.۰۰
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-
۱۲	گنی	۵۰۰۱۰'	۳۷۲۰'	۱۳۳	-
۱۳-	گنی بساؤ	۱۷۵۰۰'	۲۸۲۰'	۱۴۰	-
۱۴	لیبیا	-	-	-	-
۱۵	مالی	۱۹۴۵۰	۱۸۹۰	۱۳۰	۲۵.۱
۱۶	ماریطانیہ	۲۷۹۶۰'	۳۷۴۰'	۱۱۷	۳۰.۰۰

پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات (فی ہزار) (۹۳-۱۹۸۷ء)	صحت عامہ کے اخراجات (کل اخراجات کا فی صد)	اموات دوران زچگی (فی لاکھ زندہ پیدائش کے حساب سے) (۱۹۸۸ء)	کل شرح (فی ہزار آبادی)	
			پیدائش ۱۹۹۲ء	اموات ۱۹۹۳ء
۸۰	-	-	۳۰	۶
۱۹۳	-	۳۰۰	۴۴	۱۵
۲۰۵	۵.۸[۲]	۸۱۰	۴۸	۱۳
۱۲۴	۵.۱[۲]	-	۴۲	۱۲
۲۱۶	-	-	۴۴	۱۸
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-
۹۳	۲.۴[۲]	-	۲۸	۹
-	-	-	-	-
۱۶۴	-	-	۴۳	۱۵
-	-	-	-	۲۹.۰[۲]
۲۳۷	-	۱۲۴۷	۴۸	۲۰
۲۴۸	-	-	۴۶	۲۵
-	-	-	-	-
۲۱۳	۳.۱[۲]	۲۳۲۵	۵۰	۱۸
۲۰۷	-	۸۰۰	۵۰	۱۸

- جاری -

نمبر شمار / ملک		آبادی (۱۹۹۰ء)		اطفال کی شرح اموات فی ہزار	پانچ سال سے کم قلت خوراک کے شکار بچے (فی صد تعداد) (۱۹۹۲ء)
		فی فزیشن	فی نرس		
۱۷	مراکش	۴۸۴۰	۱۰۵۰	۵۷	۱۱٫۸
۱۸	نائجر	۳۴۸۵۰	۶۵۰	۱۲۴	-
۱۹	نائجیریا	۱۹۸۳۰[1]	۴۲۴۰[1]	۸۴	۳۵٫۷
۲۰	سینی گال	۱۷۶۵۰	۱۶۷۰	۶۸	-
۲۱	سیرالیون	۱۷۸۳۰[1]	۲۷۰۰[1]	۱۴۳	-
۲۲	صومالیہ	۳۲۶۶۰	-	۱۳۲	-
۲۳	سوڈان	۱۴۵۲۰[1]	۹۹۰[1]	۹۹	-
۲۴	تیونس	۱۸۷۰	۳۰۰	۴۸	۷٫۸
۲۵	یوگنڈا	۹۲۱۰[1]	-	۱۲۲	۲۳٫۲
ایشیا (۱)					
۲۶	افغانستان	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	۲۵۰	-	۳۲	-
۲۸	بحرین	۳۶۳[2]	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-
۳۰	ایران	۳۱۴۰	۱۱۵۰	۶۵	-
۳۱	عراق	۷۲۲۳[2]	-	۷۸[2]	-
۳۲	اردن	۷۷۰	۵۰۰	۲۸	۶٫۴

پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات (فی ہزار) (۱۹۸۷-۹۲ء)	صحت عامہ کے اخراجات (کل اخراجات کا فی صد)	اموات دوران زچگی (فی لاکھ زندہ پیدائش کے حساب سے) (۱۹۸۸ء)	کل شرح (فی ہزار آبادی) پیدائش ۱۹۹۲ء	اموات ۱۹۹۲ء
۸۳	۳۰۰	-	۲۸	۸
۲۱۸	۳٫۱[۲]	-	۵۲	۱۹
۱۹۲	-	۸۰۰	۴۳	۱۴
۱۱۳	۴٫۷[۲]	-	۴۱	۱۵
۲۵۳	-۲٫۶	-	۴۸	۲۲
۲۰۵	-	-	۴۸	۱۷
۱۷۱	۱٫۴[۲]	-	۴۲	۱۴
۶۴	۶٫۶	۱۲۷	۳۰	۷
۲۱۶	۵٫۱[۲]	۵۵۰	۵۴	۲۲
-	-	-	-	-
۴۴	-	۲۹	۲۵	۶
-	-	۷٫۶[۳]	-	-
-	-	-	-	۶٫۴[۲]
۸۸	۷٫۶	۱۲۰	۳۷	۷
-	-	-	۴۴٫۹[۲]	۱۲٫۹[۲]
۴۱	۵٫۲	-	۳۸	۵

نمبر شمار	ملک	آبادی (۱۹۹۰ء) فی فزیشن	فی نرس	اطفال کی شرح اموات فی ہزار	پانچ سال سے کم قلت خوراک کے شکار بچے (فی صد تعداد) (۱۹۹۲ء)
۳۳	قازقستان	۲۵۰	-	۳۱	-
۳۴	کرغیزیہ	-	-	-	-
۳۵	کویت	۲۳۳۱	-	۲۷،۷	-
۳۶	لبنان	-	-	-	-
۳۷	اومان	۱۰۶۰	۴۰۰	۲۰	-
۳۸	پاکستان	۲۹۴۰	۵۰۴۰	۹۵	۴۰،۴
۳۹	فلسطین	-	-	-	-
۴۰	قطر	-	-	-	-
۴۱	سعودی عرب	۷۰۰	۳۵۰	۲۸	-
۴۲	شام	۱۱۶۰	۸۷۰	۳۶	-
۴۳	تاجکستان	۳۵۰	-	۴۹	-
۴۴	ترکی	۱۲۶۰	۱۰۱۰	۵۴	-
۴۵	ترکمنستان	۲۹۰	-	۵۴	-
۴۶	عرب امارات	۱۰۴۰	۵۵۰	۸۷	-
۴۷	ازبکستان	۲۹۰	-	۴۲	-
۴۸	یمن	۳۴۷۹۰	-	۱۰۶	۳۰،۰

پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات (فی ہزار) (۱۹۸۷-۹۲ء)	صحت عامہ کے اخراجات (کل اخراجات کا فی صد)	اموات دوران زچگی (فی لاکھ زندہ پیدائش کے حساب سے) (۱۹۸۸ء)	کل شرح (فی ہزار آبادی)	
			پیدائش ۱۹۹۲ء	اموات ۱۹۹۲ء
۴۳	-	۵۳	۲۱	۸
-	-	-	-	-
-	۴٫۶	-	۴۷٫۳	۵٫۱
-	-	-	-	-
۲۸	۵٫۷	-	۴۳	۵
۱۳۲	۱٫۰	۲۷۰	۴۰	۱۰
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-
۳۸	-	-	۳۵	۵
۵۰	۱٫۹	۱۳۳	۴۲	۶
۷۰	-	۳۹	۳۶	۶
۷۲	۳٫۵	۱۴۶	۲۸	۷
۷۸	-	۵۵	۳۲	۷
۲۷	۷٫۹[۲]	-	۲۲	۳
۵۹	-	۴۳	۳۲	۶
۱۶۲	-	۳۳۰	۴۷	۱۷

نمبر شمار	ملک	آبادی (۱۹۹۰ء) فی فزیشن	فی نرس	اطفال کی شرح اموات فی ہزار	پانچ سال سے کم قلت خوراک کے شکار بچے (فی صد تعداد) (۱۹۹۲ء)
	ایشیا (۲)				
۴۹	بنگلہ دیش	۸۴۵۰'	۶۵۷۸۰	۹۱	۶۰۵
۵۰	برونائی	-	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۷۰۳۰	۳۸۱۰	۶۶	۳۹۰۹
۵۲	ملائشیا	۲۵۹۰	۳۸۰	۱۴	-
۵۳	مالدیپ	-	-	-	-
	یورپ				
۵۴	البانیہ	۱۰۷۰	۲۳۰'	۳۲	-
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-
۵۶	مقدونیہ	-	-	-	-

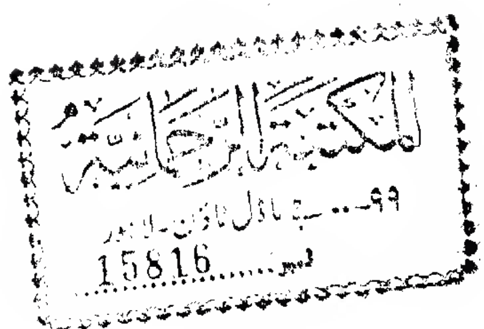
پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات (فی ہزار) (۱۹۸۷-۹۲ء)	صحت عامہ کے اخراجات (کل اخراجات کا فی صد)	اموات دوران زچگی (فی لاکھ زندہ پیدائش کے حساب سے) (۱۹۸۸ء)	کل شرح (فی ہزار آبادی)	
			پیدائش ۱۹۹۲ء	اموات ۱۹۹۲ء
۱۲۷	۲.۴[۲]	۶۰۰	۳۱	۱۱
-	-	-	۳۱.۲[۲]	۴.۰[۲]
-	۲.۸	۴۵۰	۲۵	۱۰
۲۰	۵.۹	۲۶	۲۸	۵
-	-	-	۴۴.۷[۲]	۱۱.۷[۲]
۴۲	-	-	۲۴	۶
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۴ء

۱- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) - (۱۹۷۰ء کے کوائف)

۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) - (۱۹۸۰ء کے کوائف)

۳- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) - (۱۹۸۸ء کے کوائف)


المكتبة الرحمانية
15816

عالم اسلام کو (بشمول پاکستان) معاشی، معاشرتی، سیاسی و نظریاتی، قومی و ملی جن جیسے اہم چیلنجوں کا سامنا ہے بالخصوص امت مسلمہ کے نظریاتی تشخص کی بحالی اور موجودہ نظام سیاسی و استحصالی ڈھانچوں کے متبادل نظام کی تشکیل او قیام--- ان چیلنجوں کا مقابلہ اسلامی نظریاتی دائرہ میں رہتے ہوئے سنجیدہ سوچ و بچار، تحقیق اور جدید سائنسی طرز فکر اپنا کر تخلیقی عمل کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد عالم اسلام کو درپیش اسی چیلنج کا موثر مقابلہ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ انسٹی ٹیوٹ ایک آزاد علمی و تحقیقی ادارہ ہے جس کا مقصد مختلف شعبہ ہائے زندگی کے پالیسی مسائل سے متعلق محققین و ماہرین کے مابین بحث و مباحثہ، مذاکرہ اور بے لاگ تجزیہ و تحقیق کا اہتمام کرنا ہے تاکہ مملکت کے پالیسی ساز ادارے تحقیق و تجزیہ کے بعد پیش کردہ متبادل تجاویز کی روشنی میں بہتر فیصلے کر سکیں۔ آئی پی ایس کے دائرہ کار میں بین الاقوامی امور، مطالعہ پاکستان، امت مسلمہ کے سیاسی، تعلیمی، معاشی اور سائنس و ٹیکنالوجی سے متعلق مسائل شامل ہیں۔

اسلامی معیشت کے حوالے سے انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے شائع کی جانے والی مطبوعات میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

- Elimination of Riba from the Economy.
  Khurshid Ahmad
- Economic Teachings of Prophet Muhammad (*SAW*).
  Muhammad Akram Khan
- Islamic Economics: Annotated Sources in English and Urdu
  Muhammad Akram Khan. (Two Volume)
- Money and Banking in Islam. (Vol-I)
- Fiscal Policy and Resource Allocation in Islam. (Vol-II).
  Eds *Dr Ziauddin Ahmed Dr M Fahim Khan, Dr Munawar Iqbal*
- Islamic Banking: Conceptual Framework & Practical Operations.
  Abdur Rahim Hamdi
- Islamic Approach to Development (Some Policy Implications).
  Prof Khurshid Ahmad

- حرمت ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام، ڈاکٹر محمود احمد غازی
- ربا اور بینک کا سود، ڈاکٹر یوسف القرضاوی
- اسلامی بینکاری: نظریاتی بنیادیں اور عملی تجربات، پروفیسر اوصاف احمد
- جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں، ڈاکٹر وہبہ زحیلی، ڈاکٹر احمد کی

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد